نہ تاج و تخت میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے!

# نوائے درویش

بطلِ حُریت امیرِ شریعت

## سیّد عطاء اللہ شاہ بُخاری

کی خطابتی زندگی کی اجمالی جھلک

مرتبہ: سیّد عبدالمجید ندیم

ناشر: مکتبہ البساط ○ ملتان

نہ تاج و تخت میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

# نوائے درویش

بطلِ حریت امیرِ شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کی خطابتی زندگی کی اجمالی جھلک

مرتبہ
سید عبد المجید ندیم

ناشر
مکتبۃ الباسط
۲۷ ٹیپو سلطان کالونی - ملتان - پاکستان
برتعاون، عثمانیہ لائبریری اندرون گنج چوک پشاور
فون ٦١٦٣٥

# وضاحت

زیرِ نظر مجموعہ ۱۹۶۶ء میں "باتیں ان کی یاد رہیں گی" کے عنوان سے شائع ہوا تھا جو حلقۂ احباب میں بے حد مقبول ہوا اور دوستوں نے ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہاتھوں ہاتھ وہ ایڈیشن ختم ہوا پھر ملک کے مختلف حصوں سے خطوط آتے رہے۔ زبانی تقاضوں کی بھی بھرمار رہی، مگر اپنی تبلیغی گہما گہمی میں فرصت کے لمحات عنقا ــــــ خدا کا شکر ہے کہ آج میں اس قابل ہو سکا کہ اپنے اشتیاق واحباب کے تقاضوں کی تکمیل کر سکوں ــــــ "باتیں ان کی یاد رہیں گی" ــــــ اب "نوائے درویش" کے عنوان سے حاضرِ خدمت ہے اور بہت سی ترامیم و اضافوں کے ساتھ اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو صاحبِ عنوان حضرت بخاریؒ کی دلکش شخصیت کے باعث۔ اور جو خامیاں ہیں وہ میری کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باعث۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف!

عبدالمجید ندیم

۷۲۔ ٹیپو سلطان کالونی۔ ملتان پاکستان

بتعاون:۔ عثمانیہ لائبریری اندرون گنج چوک پشاور شہر فون: ۶۱۶۲۵

# انتساب

شاہ جی کے نام ——!

رفتید ولے، نہ از دلِ ما

مرتّب

سیّد عبدالمجید ندیم

# آزادی یا موت؟

میں کچھ نہیں چاہتا .......... ایک فقیر ہوں
اپنے نانا کی شریعت پر مر مٹنا چاہتا ہوں ..... اور اگر
کچھ چاہتا ہوں تو صرف اس ملک سے انگریز کا انخلا
میری دو ہی خواہشیں ہیں :-

(۱) میرے وطن عزیز سے انگریز چلا جائے۔

یا پھر

(۲) میں تختۂ دار پر لٹکا دیا جاؤں۔

(سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ)

# فہرس


| صفحہ | | صفحہ | | صفحہ | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۴۶ | ماضی و حال | ۲۷ | دو چیزیں | ۵ | آزادی یا موت |
| ۴۷ | آگ لگا دو | ۲۸ | اپنا ملک اپنا راج | ۸ | رائے گرامی علامہ دوست محمد قریشیؒ |
| ۴۸ | قرآن محفوظ ہے | ۲۹ | ایک مرتبہ | ۱۰ | تاثرات مولانا عبد الشکور دینپوری |
| ۵۲ | آیت تطہیر | ۳۱ | حکومت الٰہیہ | ۱۲ | افتتاحیہ |
| ۵۵ | فاروقؓ و علیؓ | ۳۱ | سائنس اور اسلام | ۱۷ | سوانحی خاکے |
| ۵۶ | خدیجہؓ و صدیقہؓ | ۳۲ | اسلامی نظام حکومت | ۱۸ | تعلیم و تربیت |
| ۵۷ | نوری اور دفا | ۳۳ | زندہ و فنا دو | ۱۸ | پرخار وادی میں قدم |
| ۵۸ | بشریت النبیؐ | ۳۳ | قرآن کی بلاغت | ۲۰ | اولاد |
| ۶۰ | ہم کس کی اولاد ہیں؟ | ۳۵ | خاتم النبیینؐ | ۲۰ | سکونت |
| ۶۱ | فما ظنکم برب العلمین | ۳۶ | لانبی بعدیؐ | ۲۱ | وفات |
| ۶۱ | این ماکنت | ۳۷ | ختم نبوت کانفرنس کراچی | | باتیں اُن کی یاد رہیں گی |
| ۶۳ | اللہ الصمد | ۴۱ | چیلنج | ۲۳ | وفاداری کا طالب |
| ۶۴ | وتوفنا مع الابرار | ۴۲ | سرفروشانہ جرأت | ۲۴ | پاکستان کی حفاظت |
| ۶۵ | شاہ جی کا خلوص | ۴۴ | بخاری کا قرآن | ۲۴ | میں انہیں کا ہوں وہی میرے ہیں |
| ۶۷ | دل کی بھی صفائی کردو | ۴۵ | میں نے بنجر زمین میں بیج بو یا ہے۔ | ۲۴ | عاشق صادق |
| ۶۸ | امیر شریعتؒ | | | ۲۶ | فرنگی کا دشمن بعنوان نکل جاؤ |

| صفحہ | | صفحہ | | صفحہ | |
|---|---|---|---|---|---|
| ۹۷ | پورا نام | ۸۳ | ساحرانہ نگاہ | ۶۹ | ...سر بیان |
| ۹۸ | خطیب مرغوب | ۸۵ | مال مسروقہ | ۷۱ | ...و شتر |
| ۹۹ | سفارشں | ۸۶ | دل والے | ۷۱ | ...ی زندگی |
| ۱۰۰ | بھانجے کے نام خط | ۸۷ | تلوار و قلم | ۷۳ | ...ستا سودا |
| ۱۰۱ | SHOW نہیں SHOE | ۸۷ | گستاخ آنکھیں | ۷۴ | ...ی حقیق پونجی |
| ۱۰۱ | آپ کی واہ اور آہ | ۸۸ | موئے مرکے تم جو رسوا | ۷۷ | ...ت تاب انسان |
| ۱۰۲ | احترام | ۹۰ | خیالِ یار | ۷۸ | ...ی کردار |
| ۱۰۳ | سول نافرمانی | ۹۱ | کرسیٔ صدارت پر ڈنڈا | ۷۹ | ...ت بہادر ہوتا ہے |
| ۱۰۴ | جو تیرے پاس نہیں ہے | ۹۲ | قربانی کے بکرے | ۷۹ | ...فنا درویش |
| ۱۰۴ | کبھی یہ بھی نہیں | ۹۳ | کھاتے جاؤ پیتے جاؤ | ۸۰ | ...بے نیاز کا بندہ ہے ...نیاز رہے |
| ۱۰۵ | خطیب عارف۔ رائے گرامی قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ | ۹۳ | امر اللہ تو مفعول ہے | | |
| | | ۹۵ | قہوہ بمالا تہوئی | ۸۱ | ...ہاتھوں سے |
| ۱۰۷ | خاتمہ۔ یہ ہم سے کون بچھڑا؟ | ۹۵ | جی بیت المقدس؟ | ۸۱ | ...شوہیں نہ الجھیں |
| ۱۱۱ | شاہ جی اپنے ہمعصر دوستوں کی نظر میں۔ | ۹۶ | مردے سنتے ہیں؟ | ۸۱ | ...تمہاری خیر نہیں |
| | | ۹۷ | واعدولہم | ۸۲ | ...راجواسیس |


## مِلنے کے پتے


(۱) مکتبہ الباسط ،۴/۷ ٹیپو سلطان کالونی ملتان پاکستان

(۲) دفتر مجلس تحفظ حقوق اہلِ سُنّت، التمش روڈ ملتان

(۳) عثمانیہ لائبریری گنج چوک پشاور شہر فون: ۶۱۶۳۵

# خطابت اُن کا فن نہیں، فطرت تھی ــــــ!

## رائے گرامی خطیبِ اعظم علامہ دوست محمد صاحب قریشی مرحوم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اَمَّا بَعْدُ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے پاک و ہند کا بچہ بچہ واقف بلکہ متاثر ہے۔ مقرر آپ کو ہزاروں ملیں گے مگر ساحر البیان خطیب آپنے ایسا نہ سُنا ہوگا۔ قرآن پاک کی آیات اس انداز میں تلاوت فرماتے کہ تمہید ہی سے اربابِ ذوق پُورا مضمون سمجھ جاتے، ہر بات پختہ اور سلجھے ہوئے انداز میں ہوتی تھی۔ تقریر ان کا فن نہیں، فطرت تھی؛ جب چاہتے رُلا دیتے، جب چاہتے ہنسا دیتے۔ ہم نے اُنکے جلسوں میں لوگوں کو لوٹ پوٹ کر ہنستے ہوئے بھی دیکھا ہے، اور دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بھی۔ تلاوت میں وہ معنویّت ہوتی تھی کہ گویا ابھی نزول ہو رہا ہے۔ زندگی کا انداز بے تکلف تھا ــ جس سے ملتے برسوں کی تھکاوٹیں کافور ہو جاتیں ــ ازالۂ حزن و ملال اور حصولِ مسرت و راحت کیلئے ان کی مجلس اکسیرِ اعظم تھی ــ باتوں ہی باتوں میں لاینحل عقدے حل ہو جاتے تھے، اور بھولے ہوئے معارف یاد آ جایا کرتے تھے۔

باریکیوں کی تہہ تک پہنچ کر نہایت سادہ لفظوں میں بات سمجھا دینا شاہ جی کی خوبی تھی۔ علماء کی بے حد عزت کرتے تھے۔ رات بھر تقریر کرتے، نہ خود تھکتے تھے، نہ کسی کو تھکنے دیتے تھے۔ ایک مضمون متعدد بار بیان کرتے تو ہر بار نرالا معلوم ہوتا تھا۔ تقریر حالات کا جائزہ لے کر فرماتے۔

ہر پُر خطر وادی میں قدم رکھا، ہر دشوار گذار راستے سے گذرے، افسوس کہ ہانڈی شاہ جی نے پکائی، کھا اور گئے ــــ!

وہ خدا کو پیارے ہو گئے، مگر ان کی آواز آج بھی کانوں میں گونجتی محسوس ہوتی ہے دشمن بُرے ارادے سے کرآتا، خائب و خاسر ہو کر جاتا ــــ شاہ جیؒ کی خطابت نے باطل مقررین کے لب و لہجہ کو مات کر دیا۔ اشعار کو پر سوز انداز میں پڑھتے تھے جس سے مضمون میں جاذبیت اور بے پناہ نکھار پیدا ہو جاتا تھا۔ ان کی تمہید ہی لوگوں کے لئے بامقصد ہوا کرتی تھی ــــ طولانی بات نہایت مختصر لفظوں میں بیان کرنا اور مختصر بات کو طویل مگر مفید بنا دینا ان کی خصوصیت تھی۔

شاہ جیؒ کے رفقاء کے پاس ان کے سینکڑوں ایسے ملفوظات محفوظ ہیں کہ سننے والے جھوم اٹھتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ آپ کے کمالاتِ زندگی تاریخ وار ضبط ہوتے اور پڑھنے والے پڑھ کر سر دھنتے، مگر "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کے مصداق میرے عزیز قاری عبدالمجید ندیم شاہ صاحب کی یہ کوشش بھی قابلِ دادِ تحسین ہے جنہوں نے حضرت شاہ صاحب مرحوم کی زندگی اور آپ کے ملفوظات کو نہایت خوبصورتی سے جمع کر دیا ہے جس کے مطالعہ سے نہ صرف ایمان میں تازگی ہوگی بلکہ عقول و اذہان میں بھی جلا ہوگی۔

میری دعا ہے کہ میرے عزیز کی یہ کوشش دنیا و عقبیٰ کے لئے باعث خیر و سعادت بنے۔

وما توفیقی الا باللہ ؛

فقیر دوست محمد قریشی عفی عنہ

۱۹ رمضان ۱۳۸۵ھ ہجری

# خطیبِ اسلام حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب دینپوری کے

# تاثرات

کون ہوگا جو امیر شریعت، مجاہد اسلام، محافظ ختم نبوت، خطیب اعظم، امیر احرار سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم کی ذات ستودہ صفات سے واقف نہ ہو؟

حضرت بخاری صاحب مرحوم بیک وقت حافظ، قاری، مجاہد، عابد، خطیب، عالم باعمل، ولی کامل، عاشقِ رسولؐ، داعیٔ حق، فقیر منش انسان تھے، خاندان سادات سے تھے، واقعی "سیّد" تھے۔

فصاحت و بلاغت، شجاعت و سخاوت میں اپنی جدامجد حضرت علیؓ کی تصویر تھے تو جمال و کمال و جلال، اخلاق و اخلاص میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ تھا۔

برصغیر میں ایسا عظیم خطیب پیدا نہیں ہوا، آپ کی خطابت نے باطل کے ایوانوں میں لرزہ پیدا کر دیا۔ آپ صرف اور صرف اسلام کے کام آئے۔ اسلام کے ہر قسم کے دشمن سے آپ نے زندگی بھر جنگ کی۔ انگریز چونکہ اسلام کا عیار دشمن تھا، بخاری مرحوم نے تا زندگی انگریز کے آثار و نقوش تک سے نفرت کی۔ ان کی قلندرانہ صدا آج بھی گونج رہی ہے ـــ "لعنت بر پدرِ فرنگ" ـــ

انگریز دشمنی بخاری مرحوم کی نس نس میں رچی ہوئی تھی۔ انتہائی وقار اور غیر تمندانہ انداز میں جھوم کر فرماتے:

خدا کو معبود، محمد عربیؐ کو محبوب اور انگریز کو مغضوب سمجھتا ہوں!!

فرماتے ـــ زندگی اللہ کی عبادت، پیغمبرؐ کی اطاعت، قرآن کی تلاوت، ختم نبوت کی حفاظت اور انگریز ملعون سے بغاوت میں گذارنا میرا مشن ہے!!

اور اس مشن کی لاج رکھنے کے لئے آپ نے ۹ سال جیل کی کال کوٹھڑیوں میں گذار دیئے۔ انگریز اور اس کے ایجنٹوں کی طرف سے کیئے جانے والے تمام مظالم برداشت کیئے، معافی نہ مانگی، ظلم کے آگے نہ جھکے۔

لاہور کے ایک جلسہ عام سینکڑوں علماء و اولیاء کے اجتماع میں راس الاتقیاء، حافظ الحدیث، حجۃ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری مرحوم نے حضرت بخاریؒ کے دست حق پرست پر بیعتِ جہاد کی، پھر سب علماء نے بیعت کی اور آپ کو امیر شریعت کا خطاب دیا۔

آج اکثر مقررین و مبلغین شاہ صاحب مرحوم کے خوشہ چین ہیں۔ شاہ جیؒ مقرر بھی تھے۔ معترر گر بھی۔

خطیب اہل سُنت حضرت مولانا سید عبد المجید ندیم ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ حقوق اہلسنت الجماعت پاکستان نے حضرت شاہ جی مرحوم سے اپنی والہانہ عقیدت کے پیش نظر ان کے حالات ملفوظات کا بڑا خوبصورت سرمایہ ضبطِ تحریر میں لا کر جہاں اپنے مسلک پر احسان عظیم فرمایا وہاں اکابرین کے سامنے یوم حشر سرخروئی کا سامان بھی بنا لیا۔

رب العزت برادرم ندیم صاحب کو جزائے خیر سے نوازے اور ان کا یہ تحفہ باعثِ خیر و سعادت بنے۔

حضرت شاہ جیؒ کی محبت میں ندیم صاحب نے شاہ جیؒ کا تخلص ندیم اپنا لیا ہے اور المرء مع من احب کے مصداق ندیم صاحب کو حشر میں بخاریؒ کی معیت بھی ضرور حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مجلس تحفظ حقوقِ اہلسنت والجماعت پاکستان کے رضا کاروں کو مزید توفیق بخشے کہ وہ اپنے اکابر کی قابل فخر تاریخ قوم کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ آمین۔

دعا گو پرقصور محمد عبد الشکور دینپوری
صدر مجلس تحفظ حقوق اہل السنت والجماعت پاکستان
۲۵ اگست ۱۹۷۶ء

# افتتاحیہ

حامداً ومصلیاً

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ جیسے لوگ محتاج تعارف کہاں ؟
ایسے لوگوں سے وابستہ ہوکر تو گمنام لوگ بھی متعارف ہوا کرتے ہیں !!۔
امیر شریعتؒ کا نام آتے ہی تصور میں ایک ایسی شخصیت آجاتی ہے جس کے بارے میں سوچنے سے رُوح کو سکون ملتا ہے اور دنیاء قلب و نظر میں زندگی کی حلاوتیں اُمڈ آتی ہیں۔ ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیئے

جس شخصیت نے اپنی تمام خداداد صلاحیتوں کو ملت کی فلاح و بہبود اور آقائے نامدارؐ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کردیا اور اپنی اعلیٰ فراست و ذہانت و ہمہ گیر جذبۂ احساس کو بروئے کار لاکر برطانوی استعمار کے خونخوار عزائم پر بھرپور وار کئے اور فرنگی دجل و تلبیس کے تار پود بکھیرنے میں بے پناہ قربانیاں دیں۔
بخاری مرحوم کو خلاق عالم نے پیدا ہی ناموس رسالت کے تحفظ اور دشمنانِ ختم نبوت کی ہلاکت کے لئے کیا تھا اور پھر غیرتِ صدیقؓ، جلالِ فاروقؓ، جمالِ عثمانِ غنیؓ، عزمِ علیؓ و فقر بوذرؓ سے نواز کر ایک مثالی انسان بنا دیا۔ ؏
جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آئے !!

تبلیغ دین کے لئے خطابت کا وہ اعلیٰ معیار آپ کو ودیعت کیا گیا جو ربّ العزت اپنے بندگانِ خاص کو اعلاءِ کلمۃ الحق کیلئے امتیازی طور پر عطا کیا کرتا ہے۔

شاہ جیؒ کی آواز قرونِ اولیٰ کے مجاہدینِ اسلام اور حضور رسالت مآبؐ کے بقیۃ السیف لشکریوں کی رفعتوں کی ترجمان تھی، چودھویں صدی کے مسیلمہ کذاب مرزا قادیانی اور اس کی رُوحانی جنس کے لئے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جو گڑھے کھودے بالآخر مرزائی تحریک ان میں جا گری ——— ۷، ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا۔

شاہ جیؒ کی ایمان افروز و کفر سوز خطابت و قیادت سے جو لشکرِ جرار تیار ہؤا اور نظم و ضبط کے ساتھ برصغیر میں فرنگی سرکار کے سیاسی برخورداروں کا تعاقب کیا، اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ جو بات کہنے سے ۱۹۵۳ء میں گولیوں کا سامنا کرنا پڑا، وہی بات ۱۹۷۴ء کی قومی اسمبلی نے بلند کی اور بالآخر ع

اُن کے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

مرزائیوں کو محمدؐ عربی کے مقابلہ میں ایک مصنوعی نبی ماننے کی بنا پر مسلم برادری سے علیحدہ کر دیا گیا۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ———

یہی تو بخاری مرحوم کہتے کہتے راہیٔ عالم بقا ہو گئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو کسی بھی حیثیت سے نبی ماننے والوں کا ملتِ اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں، وہ دنیائے کفر و ارتداد کی جنس ہیں۔

شاہ جیؒ یہ بات جلسوں میں بھی کہتے کہلواتے رہے اور جب موقع ملا تو عدالتوں میں بھی اپنے اس "جرم" کو فخریہ بیان کیا۔

چنانچہ ایک مرتبہ زیرِ سماعت مقدمہ کی کارروائی کے دوران سیشن جج نے حضرت

شاہ جیؒ سے سوال کیا :

شاہ صاحبؒ ! کیا آپ نے مرزا غلام قادیانی کو کافر کہا ؟

شاہ جیؒ کا جواب گونجا ــــ جی ہاں ــــــــــ !

کہا ــــــ !

کہتا ہوں ــــــ !!

اور کہتا رہوں گا ــــــ !!!

؎ اپنی عزت اور بڑھ جاتی ہے اس الزام سے

اے کاش ! مرزائیوں کو اقلیت قرار دیئے جانے کا فیصلہ شاہ جی مرحومؒ کی زندگی میں ہو جاتا ــــ مگر اب بھی ارباب بصیرت اس کامیاب جدوجہد کا کریڈٹ بخاری مرحوم اور آپ کے جانبازوں ہی کو دیتے ہیں ــــ جنہوں نے تحریک ختم نبوت کو خونِ جگر سے سینچا ، پروان چڑھایا ، سنسناتی گولیوں سے سینہ چھلنی کروایا ، پس دیوارِ زنداں رہ کر اپنے موقف کا جرم رکھا ، اور پورے برصغیر میں شہر شہر ، قریہ قریہ جاکر ملتِ اسلامیہ کو اس خطرناک مہم سے آگاہ کیا ، ذہن سازی کی اور مرزائی ہرزہ سرائیوں کے ابواب بند نہیں تو پہلے کی طرح کشادہ بھی نہ چھوڑے ۔

آج ملتِ اسلامیہ شہداءِ ختمِ نبوت کی عظمت کو سلام کرتی ہے جنہوں نے خاک و خون میں تڑپ کر عقیدۂ ختمِ نبوت کو تا قیامت تابناک بنا دیا ۔ ؎

خدا رحمت کند آں بندگانِ پاک طینت را !

قسامِ ازل نے اپنے دین کے اس مایۂ ناز مبلغ کو بہت سی خوبیوں سے آراستہ کیا تھا مگر خدائے لم یزل نے بخاری مرحوم کو خطابت کی خصوصیات سے مالا مال کیا ۔ واقعی "شاہ جیؒ اور خطابت ہم نشین تھے" :

اردو زبان نے پچھلی چار دہائیوں میں اتنا بڑا خطیب پیدا نہیں کیا ۔ جہاں بڑے بڑے

زبان آوروں کی متاعِ سخن ختم ہو جاتی ہے، وہاں سے ان کی خطابت آغاز پذیر ہوتی ہے۔ اس برصغیر کی ایک تہائی صدی ان کی گھن گرج سے معمور ہے، جس فیاضی سے ہندوستان میں انہوں نے خطابت کے موتی بکھیرے ہیں کوئی دوسرا مقرر ان کا ہم پایہ نہیں ـــــ چالیس برس خطابت کی دشت پیمائی میں بسر کر دیئے۔

عام خطباء کی خطابتی زندگی کا کوئی ایک پہلو روشن ہوتا ہے ـــــ مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے ہمہ گیر خطابت کا قابل تقلید نمونہ پیش کیا، وہ جس موضوع پر بولے منفرد نظر آئے۔

شاہ جیؒ اگرچہ مروّجہ سیاست سے گریزاں رہتے، مگر آپ کی زندگی دینی سیاست کا مرقع تھی، چنانچہ آپ نے ساری زندگی قرآن وسنت کی سیاسی بالادستی، اور مغربی واشتراکی سیاست کی بیخ کنی میں گذار دی۔ انہیں مغربی جمہوریت، اور کمیونسٹ پلیٹ فارم کے لادینی فارمولے سے یکساں نفرت تھی۔

مجھے شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں حاضری کا بہت کم اتفاق ہوا ـــــ طالب علمی کے زمانے میں شاہ صاحبؒ مرحوم کی صرف دو تقریریں سُنیں، ایک ضلع ملتان کے دیہات اور ایک باغ لانگے خان ملتان کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ـــــ مگر میرا ذہن وقلب اس درویش سے اس قدر متاثر ہے کہ جیسے برسوں کی رفاقت نے یہ رنگ چڑھا دیا ہو ـــــ

سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی زندگی کا یہ انداز مجھے بے ساختہ اپنا گرویدہ کرتا ہے کہ پاسداریٔ حق میں کسی مصلحت کے روادار نہیں، زندگی مصائب میں گذار دی، مگر باطل سے سمجھوتہ نہ کیا، نہ ہی ضمیر کی آبرو کو فروختنی بنایا۔

شاہ جی مرحوم سے طبعی محبت وعقیدت اور احباب کے تقاضا پر بخاری مرحوم کے خطابتی جواہر پاروں اور آپ کے حالات وکوائف پر مشتمل یہ مجموعہ ترتیب

دے کر نہ صرف احباب کی تعمیل ارشاد کر رہا ہوں بلکہ اپنی روح کی تسکین کا سامان بھی کر رہا ہوں۔

"نوائے درویش" "حیاتِ بخاریؒ" کا کوئی جامع تذکرہ نہیں ہے، نہ ہی حضرت امیر شریعتؒ کی متبحر شخصیت کا کوئی تفصیلی تجزیہ ہے۔ بس یہ ایک بھولی بسری یادوں کی اجمالی ڈائری ہے، جس میں مختلف العنواں دل نشین یادیں نقش ہیں۔

ربّ العزت کی بارگاہ میں عاجزانہ ملتجی ہوں کہ وہ میری اس حقیر سی سعی کو سعادت دارین کا باعث بنائے اور اسلاف کے نقش عمل پر چلنے کی استطاعت و استقامت سے نوازے۔ آمین

سیّد عبدالمجید ندیمؔ
۳۰ ستمبر ۱۹۷۶ء

# سوانحی خاکے

## پیدائش اور حسب ونسب

ربیع الاول ۱۳۱۰ھ جمعہ کے روز (صوبہ بہار کے دار الحکومت) پٹنہ میں ولادت ہوئی نہنہال والوں نے شرف الدین احمد اور ددھیال کی جانب سے عطاء اللہ نام تجویز کیا گیا۔
**والدگرامی**: سید ضیاء الدین احمدؒ اور دادا کا نام سید نور الدین احمد ہے۔
۳۶ ویں پشت میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کی والدہ ماجدہ محترمہ سیدہ فاطمہ اندرابی لکھنؤ کالج کے فارغ التحصیل حکیم سید احمد اندرابی کی لخت جگر تھیں۔ شاہ جیؒ کی نانی حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کی نواسی تھیں۔ میر عبد السبحانؒ (شاہ جی کے پرنانا) پٹنہ جاتے وقت بخاری مرحوم کے بزرگوں کے یہاں گاؤں میں ٹھہرتے تھے، روحانی لگاؤ نے اس آمد و رفت پر مزید رنگ چڑھایا تو تعلقات کا سلسلہ مستحکم ہوتا گیا۔
جب شاہ جیؒ کے والد اپنے چچا صاحبان کے ساتھ تجارت کے لئے پٹنہ گئے تو حکیم سید احمد شاہ اندرابی کے یہاں قیام فرمایا، ان کے زہد و تقویٰ اور صبر و قناعت کے جوہر دیکھ کر حکیم صاحب نے اس پاکباز نوجوان کو اپنی فرزندی میں لے لیا۔
رہائش کے لئے ایک وسیع مکان "جو نانا باغ سے معنون تھا" مخصوص کر دیا اور یہی "خانہ باغ" شاہ جیؒ کا مولد ہے۔

شاہ جیؒ چار برس کے تھے کہ والدہ نے عالم بقاء کی راہ لی، والد نے پدری شفقت کی آغوش میں ماں تا کی کمی محسوس نہ ہونے دی، ۹ سال تک اپنے نامور فرزند کو ساتھ سلاتے رہے۔ والد مرحوم حافظ سید ضیاء الدینؒ پٹنہ سے اپنے گاؤں ناگڑیاں ضلع گجرات چلے آئے، یہاں عقدِ ثانی کیا اور ۱۹۴۹ء میں واصل بحق ہوئے۔ شاہ جیؒ نے ۱۷، ۱۸ برس کی عمر میں پنجاب کا رُخ کیا۔

## تعلیم و تربیت

ابتدائی کتب اپنے نانا حکیم سید احمد اندرابیؒ سے پڑھیں۔ گھر کا ماحول علمی اور نہایت شائستہ تھا؛ پھر شادؔ عظیم آبادی اور ان کے ہمنشینوں سے ادبی ذوق میں نکھار پیدا کیا۔ اپنے ماموں سے رات گئے تک شعر و سخن کی محفل گرم رکھتے، شاعری کا ذوق نکھرتا رہا، فارسی پر دسترس پیدا ہوئی، وہیں خواجہ عنبر کی مسجد میں ایک مولوی صاحب سے بھی کچھ کتب پڑھیں، پھر اپنے قریب کے گاؤں (راجووال) میں قاضی عطا محمد صاحب مرحوم، قاضی غلام مصطفیٰ قاسمی مرحوم سے فقہ، حضرت مفتی محمد حسینؒ سے علم حدیث اور حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، مولانا حبیب الرحمٰنؒ سے بخاری شریف پڑھی۔ اس کے بعد مبدٔ فیض نے علم و نظر کے ایسے راستے کھولے کہ وقت کے ساتھ یہ مجاہد پوری علمی دنیا کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔

## پُرخار وادی میں قدم

پہلی جنگ عظیم کے خاتمہ پر ملک کو رولٹ ایکٹ جلیانوالہ باغ اور مارشل لاء کے روپ میں جو انعام ملا تھا اس نے خلافت کی بربادی کے ساتھ غم و غصہ سے بھرپور احتجاج کی شکل اختیار کر لی، ملک کا رجحان بدل گیا، لیڈرشپ کا دروازہ کھلا اور

یہی وہ دور ہے جس نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو پرسکون زندگی سے نکال کر ہنگامی شب و روز سے وابستہ کر دیا۔

حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی مرحوم کی نگاہوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ میں پنہاں ولولہ انگیز شخصیت کو دیکھا اور آپ کو صحن مسجد سے اٹھا کر سیاسیات کی اسٹیج پر لے آئے جس سے ان کی عظمت کا آفتاب بطلعتِ تمام نصف النہار تک پہنچ گیا۔ نہ صرف یہ کہ شاہ جیؒ نے مولانا داؤد غزنویؒ کے حسنِ انتخاب کی لاج رکھی بلکہ غزنوی مرحوم کی توقعات سے کہیں زیادہ درجۂ کمال تک پہنچے۔ مولانا داود غزنویؒ فرمایا کرتے تھے "شاگرد استاد سے منزلوں آگے نکل گیا ـــــــ" اپنی اصول نوازی اور نصب العین سے لگن کی پاداش میں ۹ سال کی طویل مدت پس دیوار زنداں گذاری، آہنی سلاخوں کے پیچھے قید و بند کی صعوبتوں سے پیار کیا۔ اور طوق و سلاسل کی گرانباریوں سے بے نیاز ہو کر فرنگی اقتدار کے قلعہ میں شگاف ڈالے۔

پاسداریٔ حق نے جنون کی حد تک پہنچا رکھا تھا، فرمایا کرتے ؎ ع

آں کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

اسلام کی طویل تاریخ میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور ابوالفضل و فیضی کی راہیں جدا جدا ہیں اور رہیں گی۔ شاہ جیؒ امام ابوحنیفہؒ و امام احمد بن حنبلؒ کے مشن کے وارث تھے۔ اکثر درد انگیز لہجے میں فرماتے تھے۔

"میں ان شہداء حریت کا پرچم بردار ہوں جو ۱۸۵۷ء میں فرنگیوں کی خون آشام تلوار کا شکار ہوئے۔ ربّ العزت کی قسم! مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ لوگوں نے پہلے کب کسی سرفروش کے بارے میں راست بازی سے سوچا ہے؟ وہ شروع سے تماشائی ہیں، تماشا دیکھنے کے عادی ہیں۔"

بھائی ! میں اس سرزمین مین مجدد الف ثانیؒ کا سپاہی ہوں، شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کا رضا کار ہوں، سید اسمٰعیل شہیدؒ کی غیرت کا نام لیوا اور احمد شہیدؒ کی جرأت کا پانی دیوا ہوں میں ان پانچ مقدمہائے سازش کے پابہ زنجیر صلحاء امت اور ان کے لشکر کا خدمت گذار ہوں جنہیں حق پرستی کے صلہ میں عمر قید کی سزائیں دی گئیں تھیں ——— ہاں ہاں میں انہی کی نشانی ہوں، انہی کی صدائے بازگشت ہوں ——— میری رگوں میں خون نہیں آگ دوڑتی ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ میں محمد قاسم نانوتویؒ کا علم لیکر نکلا ہوں ——— میں نے شیخ الہندؒ کی راہ پر چلنے کی قسم کھا رکھی ہے، اسی راہ پر چلا ہوں اور چلتے رہنے کا عزم رکھتا ہوں ——— میرا اس کے سوا کوئی موقف نہیں ——— یتیم مکہؐ کی امت کی سیاسی بالادستی اور برطانوی سامراج کی تجہیز و تکفین ———

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

## اولاد

شاہ جیؒ کو خدا نے ۹ بچے عطا فرمائے۔ ان میں سے چار فرزند اور ایک دُختر دختر نیک اختر بفضل اللہ حیات ہیں۔

## سکونت

آپ قیام پاکستان کے بعد ہجرت فرما کر امرتسر سے پاکستان تشریف لائے اور کچھ مدت خان گڑھ (ضلع مظفر گڑھ) قیام فرمایا، پھر ملتان میں سکونت اختیار فرمائی اور تادمِ زیست کرایہ کے ایک چھوٹے سے مکان میں فقیرانہ زندگی بسر فرمائی۔

# وفات

آخر عمر میں ذیابیطس کا موذی مرض لاحق رہا، پھر اچانک فالج گرا، علاج ہوتا رہا۔ صورت حال تشویش ناک ہوئی تو نشتر ہسپتال ملتان میں داخل ہوگئے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان (اس وقت کے) صدر پاکستان نے ہسپتال کے عملہ کو ہدایات جاری کیں کہ حضرت شاہ جیؒ کے علاج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے اور گراں سے گراں تر ادویات کی فراہمی میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ ہر ممکن علاج کیا جاتا رہا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

شاہ جیؒ کے خدام میں مولانا محمد افضل اور مولانا محمد اکرم (مالکان سلطان فونڈری لاہور) انہیں لاہور لائے، اپنے گھر میں رکھا اور ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ سے علاج کرایا، روپیہ پانی کی طرح بہایا، مگر آفتاب کے غروب کا وقت آچکا تھا ــ کیا ہو سکتا تھا؟ آخر ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء سوا چھ بجے شام قافلۂ اسلاف کا یہ بچھڑا ہوا مسافر راہی عالم بقا ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ ۲۲ اگست کو دن کے آخری حصہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ اشکبار (اکثر دھاڑیں مارتے ہوئے) انسانوں نے اپنے امیر شریعت حضرت بخاریؒ کے سفر آخرت میں شرکت کی۔ گھر سے جنازہ گاہ تک غم و حزن میں ڈوبے ہوئے انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ یا تو اس شعلہ نوا خطیب کی تقریر میں یہ اجتماع اور یا پھر...... آج تجہیز و تکفین کے لئے ــــ انقلابات ہیں زمانے کے ــــ بلا شبہ کسی فقیر کا جنازہ اس سے پہلے اس شان و شوکت سے اٹھتا ہوا نہیں دیکھا گیا، اور نہ کسی دل آزردہ درویش نے اس طرح وفات پائی کہ سارا ملک اندوہ گیں ہوگیا۔

بے روک آنسوؤں کی بارش میں اس ہردلعزیز مجاہد اسلام کو جب لحد میں اتارا

گیا تو کائنات سراپا غم تھی اور آسمان نے اتنا کربناک منظر ملتان کی سرزمین پر شاید کسی اور کی موت پر نہ دیکھا ہو۔

۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام نے ہم سے ایک ایسا مونس، ہمدرد اور شفیق انسان چھین لیا کہ جس کے فراق میں اگر ساری زندگی بھی رو دیا جائے تو کم ہے۔

احسان دانشؔ نے تاریخ وفات یوں کہی:

بزمِ جہاں میں سب ہیں لیکن نہیں بخاریؒ
عالم کو کر گیا ہے اندوہ گیں بخاریؒ
پیدا نہ ہوگا کوئی ایسا خطیب دانشؔ
ایوانِ خلد میں ہے محفل نشیں بخاریؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# باتیں اُن کی ——— یاد رہیں گی!

## وفاداری کا طالب

میں نے جو کچھ کیا، اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لئے کیا مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی کسی بات پر ندامت نہیں۔ میرا دماغ غلطی کر سکتا ہے لیکن میرے دل نے کبھی غلطی نہیں کی.... مجھ سے وفاداری کا ثبوت مانگنے والے پہلے..... اللہ اور اس کے رسولؐ کو اپنی وفاداری کا ثبوت دیں....

میں ان لوگوں میں سے نہیں جو انسانی ضمیر کی سوداگری کرتے ہیں.... اس شخص کو میں دھوپ چھاؤں کی اولاد سمجھتا ہوں جو قوم کو بیچتا پھرے.... غداری کرے اور جس ہنڈیا سے کھائے اسی میں چھید کر ڈالے..... میں نے صرف اللہ کے سامنے جھکنا سیکھا ہے.... میں ان لوگوں کا وارث نہیں، جنہوں نے درباروں کی دہلیزیں چاٹی ہوئی ہیں...... میں تو ان لوگوں کا وارث ہوں جو شہادت کے راستہ میں سر کو ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں۔

میں ان لوگوں میں سے نہیں جو صدا دیتے پھریں! اکرم توشۂ وفاداری لئے پھرتے ہیں.... میری انگلی پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلو اور جس مقتل میں چاہو ذبح کر دو....
ہاں میں خوش ہوں، میری خوشی بےکراں ہے کہ اس ملک سے انگریز نکل گیا۔ میں دُنیا کے کسی حصّہ میں بھی سامراج کو نہیں دیکھ سکتا.... میں اسے قرآن و اسلام کے خلاف سمجھتا ہوں۔

## پاکستان کی حفاظت

پاکستان بن گیا ہے ۔ اس نے جب بھی پکارا، واللہ! اس کے ذرّے ذرّے کی حفاظت کروں گا..... مجھے پاکستان اتنا عزیز ہے جتنا کوئی اور ...... دعویٰ کر سکتا ہے ۔ میں قول کا نہیں عمل کا آدمی ہوں ۔ اس طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو وہ پھوڑ دی جائے گی..... کسی نے ہاتھ اٹھایا تو...... کاٹ دیا جائیگا میں اس وطن اور اس کی عزت کے مقابلہ میں نہ اپنی جان عزیز رکھتا ہوں ... نہ اولاد میرا خون پہلے بھی تمہارا تھا، اب بھی تمہارا ہے ۔

## میں انہیں کا ہوں، وہی میرے ہیں

ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے ، جو شخص بھی اس ردا (چادر) کو چرائے گا نہیں چرانے کا حوصلہ کرے گا، میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا..... میں اپنے میاںؐ کے سوا کسی کا نہیں ..... نہ اپنا نہ پرایا .... میں انہیں کا ہوں، وہی میرے ہیں ۔ جس کے حسن و جمال کی قسمیں خود رب کعبہ نے کھائیں ، میں اس کے جمال پر نہ مرمٹوں تو لعنت ہے مجھ پر ..... اور لعنت ہے ان پر جو نام تو لیتے ہیں یتیم مکہؐ کا لیکن سارقوں کی خیرہ چشمی کا تماشہ دیکھتے ہیں ۔

## عاشق صادق

حبیب کبریا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حضرت بخاریؒ کو والہانہ عشق تھا یہ تو ان کی زندگی کے ایک ایک لمحہ سے ظاہر ہے بلکہ امیر شریعتؒ کی زندگی کی ساری کاوشیں ہی اسی جذبہ صادق نتیجہ ہیں ۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شیفتگی بحمد اللہ درجۂ کمال کو پہنچ کر عشق کا رنگ اختیار کر چکی تھی اور جذبۂ عشقِ رسولؐ میں ڈوب کر جب حضرت شاہ جیؒ اپنے میاںؐ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کرتے تو خود بھی تڑپتے اوروں کو بھی تڑپاتے ۔

شاہ جیؒ کی ایک نعت جو سواطع الالہام (مرتبہ السید الحافظ عطاء المنعم مدظلہٗ) سے لی گئی ہے، یہاں درج کی جاتی ہے، جس کا ایک ایک لفظ بادۂ معرفت..... اور گرمیٔ عشقِ رسولؐ سے لبریز ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال کی ایمان افروز جھلکیاں ہیں ۔

ہزار صبحِ بہار از نگاہ مے چکدش
جنوں ز سایۂ زلفِ سیاہ مے چکدش

چمن چمن گل و نسرین زعکسِ رُخ ریزد
سبد سبد گلِ خنداں ز راہ مے چکدش

بہ پیش گاہ جمالش، جلال سر بسجود !
چہ خندہ و چہ تبسم کہ جاہ مے چکدش

صد آفتاب بہ زیر گلیم مے رخشد
ز دلقِ فقر چہ گویم کہ ماہ مے چکدش

چہ شورہاست بجانم ز خندۂ نمکین
چہ فتنہ ہا کہ ز چشمِ سیاہ مے چکدش

ہزار حشر بدامن، ہزار فتنہ بجیب
ہزار فتنہ ز چشمِ سیاہ مے چکدش

چہ گفتگو، چہ تبسم شہادتے بحدوث
ز نور چہرہ قِدم را گواہ مے چکدش

قِدم بہ جلوہ بہ بیں و حدوث را بہ جبیں
چہ جلوہ وچہ جبیں لاالٰہ مے چکدش

نگہ کنید بہ بخت بلند بیوہ زنے
کہ از کنار غریبش چہ ماہ مے چکدش

حذر ز خاک نشینے شکستۂ دِل ریش
کہ صد ہزار جہنم ز آہ مے چکدش

ز مہر و ماہ سلام و ز برگ برگ درود
چہ خاک طیبہ کہ شام و پگاہ مے چکدش

بہ تو ندیم سیاہ رُو چہ ماجریٰ گوید؟
جز ایں کہ از سر ہر مُو گناہ مے چکدش

## نِکل جاؤ!

فرنگی استعمار سے مِلّت پاک کو نجات دلانے والوں میں شاہ جیؒ کا اسمِ گرامی سرِفہرست آتا ہے، سالہا سال سے برطانوی استعمار نے ہندوستان کے لوگوں کے اذہان پہ جابرانہ تسلط کر رکھا تھا۔

اس مردِ حق نے اپنے جوشِ خطابت سے فرنگی تسلط کو لوگوں کے اذہان و قلوب سے نکال پھینک کر اس کی جگہ نفرت، حقارت اور عداوت بھر دی۔ اس کے صلہ میں اگر صعوبتیں بھی ملیں تو خندہ پیشانی سے جھیلیں۔ مگر کسی حال میں اور کسی مقام

پر انگریز دشمنی نہیں چھوٹی ۔

چنانچہ تقسیم ملک سے قبل حضرت شاہ جیؒ اپنے مشہور جرم انگریز دشمنی کی پاداش میں (۱۹۳۰ء) ڈمڈم ڈھاکہ جیل میں اسیر تھے، ایک انگریز افسر حضرت شاہ جیؒ سے ملنے آیا (کہ شاید جیل کا منہ دیکھ کر ہمارا ہوگیا ہو) اور مزاج پرسی کی ۔ شاہ جیؒ نے جواباً فرمایا :

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ" ! انگریز افسر نے کہا "شاہ جی کوئی سوال ؟"

شاہ صاحبؒ نے فرمایا : "میں سوال صرف اللہ سے کیا کرتا ہوں"۔ (خودداری کیا تھی)

وہ فوراً بولا : "نہیں میں آپ کی کوئی خدمت کرسکتا ہوں ؟"

شاہ جیؒ نے حاکمانہ انداز میں فرمایا :

"جی ہاں ! آپ میرا ملک چھوڑ کر تشریف لے جائیے .... اور بس :"

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

دوستوں میں شاہ جیؒ کی انگریز دشمنی مشہور رہے اور درحقیقت ملت اسلامیہ کا یہ تثلیث پرست دیرینہ دشمن اسی کوشش میں رہا، اور رہے کہ صفحۂ ہستی سے مسلمان کا وجود مٹا دیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ مسلمان رہے ...... مگر اسلام نہ رہے ۔ اور شاہ جیؒ کی فراست و باریک ۔ بیں چشم بصیرت اس دشمنِ دیں کے شیطانی منصوبوں کو اچھی طرح بھانپ چکی تھی ۔

## دو چیزیں

فرماتے تھے کہ خدا کے سامنے دو چیزیں پیش کروں گا، میاںؒ (میاں کے لفظ

سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے تھے ) کی محبت ، اور انگریز سے عداوت۔
مزید فرمایا : اس فرنگی بے ایمان نے روح میں قتل کی ہیں .... روحیں ۔
تم نہیں سمجھتے ہو اس کو ! اس ظالم نے نہ صرف مسلم ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجائی ہے ۔ ہمیں غلام رکھا اور مقبوضات پیدا کئے بلکہ خیرہ چشمی کی حد ہو گئی کہ قرآن کی تحریف کے لئے مسلمانوں میں جعلی نبی پیدا کیا پھر اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کی اور اب اس کو چہیتے بچے کی طرح پال رہا ہے ۔

## اپنا ملک اپنا راج

ایک دوست نے عرض کیا حضرت ! ملکی سیاست میں آپ کا CONTRIBUTION (حصہ) کیا ہے ؟ اور آزادیٔ ہندوستان کا وہ کونسا مثبت نظریہ ہے جس کے لئے آپ کوشاں ہیں ؟

آپؒ نے فرمایا : یہ تو آپ فیصلہ کر لیجئے کہ میرا CONTRIBUTION (حصہ) کیا ہے ؟ ۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نے لاکھوں ہندوستانیوں کے ذہن سے انگریز کو نکال پھینکا ہے ۔ میں نے کلکتہ سے خیبر اور سرینگر سے راس کماری تک دوڑ لگائی ہے ، وہاں پہنچا ہوں جہاں دھرتی پانی نہیں دیتی ۔ رہا یہ سوال ... کہ آزادی کا وہ کون سا مثبت نظریہ ہے جس کے لئے میں لڑ رہا ہوں تو سمجھ لیجئے کہ اپنے ملک میں اپنا راج .... آپ غالباً مجھ سے کسی کتابی آئڈیالوجی کا پوچھ رہے ہونگے ...... بابو ! یہ کتابی نظریئے روگ ہوتے ہیں عموماً .... فی الحال جو مرحلہ درپیش ہے وہ کسی مثبت تصور کا نہیں منفی کا ہے ..... ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ غیر ملکی طاقت سے گلو خلاصی ہو ، اور اس ملک سے انگریز نکلے ..... نکلے کیا ؟ نکالا جائے تب دیکھا جائے گا کہ آزادی کے خطوط کیا ہوں گے .... آپ تو نکاح سے پہلے

...... چھوارے بانٹنا چاہتے ہیں...

میں کوئی دستوری نہیں، سپاہی ہوں ! تمام عمر انگریز سے لڑتا رہا ہوں اور لڑتا رہوں گا.... اگر اس مہم میں سؤر بھی میری مدد کریں گے تو.... میں ان کا منہ چوم لوں گا...... میں تو ان چیونٹوں کو شکر کھلانے کے لئے تیار ہوں جو.... صاحب بہادر کو کاٹ کھائیں..... خدا کی قسم ! میرا ایک دشمن ہے انگریز..... اور صرف انگریز.....

## انگریز کی کشتی میں سوراخ کرتا ہوں

سرینگر کشمیر تبلیغی سلسلہ میں تشریف لے گئے. تانگہ پر سوار ہوئے تو ایک ہندو پہلے سے اسی تانگہ پر سوار تھا. اس ہندو نے شاہ جیؒ سے سوال کیا.

جی ! آپ کیا کام کرتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا،

جس کشتی میں انگریز سوار ہو اس میں سوراخ کرنا میرا کام ہے..... مجھے عطاء اللہ بخاری کہتے ہیں۔ ہندو فوراً تانگے سے اتر گیا. اور بخاری مسکراتا ہوا اپنی منزل کو رواں رہا۔

## ایک مرتبہ

ایک عقیدت مند سے شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میری دوستی اور دشمنی ایک مرتبہ ہوتی ہے اگر ایک دفعہ دوست سے گزند پہنچ جائے یا کوئی دوست بن کر مکاریوں اور فریب کاریوں کا ہدف بنائے تو عمر بھر کبھی اس پر اعتماد نہیں کیا۔

پھر یوں گویا ہوئے :

شدم خاکِ رہت گرہ بہ دردِ ما نرسی
چناں رویم کہ دیگر بگرد ما نرسی! (بلیغہ شرابیہ)

جب ایک مرتبہ پہچان لیا تو دوبارہ آزمانے کی کوشش نہیں کی۔

دل نیست کبوتر کہ پرُد باز نشیند
از گوشۂ بامے کہ پریدم، پریدم

مابخیر، شما بسلامت۔ بس اسے کنارہ کشی سمجھئے، یا دشمنی، میری طرف سے بس اتنا ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ نہ کسی کے بارے میں بُرا سوچا ہے، اور نہ بُرا کیا ہے!! انگریز اور مرزائی (جو ایک ہی مفہوم کے دو عنوان ہیں) کے سوا جہاں تک بس چلا ان کے متعلق بُرا سوچا بھی اور کیا بھی.... عمر بھر کبھی اعتماد نہیں کیا، اس فقرے کو بڑے زوردار لہجے میں ادا فرماتے۔ میں نے (مولانا محمد حسین صاحب اس واقعہ کے راوی) چھیڑنے کی غرض سے کہا کمال ضد ہے؟ تو فرمایا: "ارے جاہل ضد نہیں.... یہ ایمان ہے۔ حدیث میں کیا پڑھا ہے....؟

لا یلدغ المومن من حجر واحد ....... مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ ڈنک نہیں کھاتا.....!

کروڑ کروڑ رحمتیں ہوں تیرے اوپر پیارے بخاریؒ! تو نے دشمنِ دیں کو کیا خوب سمجھا تھا..... شاہ جیؒ کے ان اشعار میں ملاحظہ ہو انگریز دشمنی....!!

چہ گویمت زکمالِ فرنگِ دشمنِ دیں
نشاں دہد زمقامے کہ اہرمن چہ رسد

سبو شکستہ وخم خالی وخرابہ تباہ!
زدستِ ساقیٔ تشنہ بہ انجمن چہ رسد

بہ ذرہ ذرہ سجودے نصیب ماشدہ آہ
بگو ندیم کہ اکنوں بہ برہمن چہ رسد

حکومتِ الٰہیہ

دوسری جنگِ عظیم کے دنوں میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر حکومت الٰہیہ کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے، دورانِ تقریر اشتراکیوں کا ذکر آگیا، سامعین میں سے کسی نے لقمہ دیا:

حضرت ان کا تو عقیدہ ہے کہ زمین سے سرمایہ اور آسمان سے خدا کو نکال دو۔

بس پھر کیا تھا.... گھنگریالے بالوں کو جھٹکا دیا.... پہلے ہنسے..... پھر تاؤ میں آگئے..... ٹھیک ہے بھائی ... ٹھیک ہے.... ہائے اکبر الٰہ آبادی کس وقت یاد آگئے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات' جہاں تھی وہیں رہی

کہاں خداوند ایزد متعال کہ کُن کے لفظ سے کائنات پیدا کی۔ اور کہاں.... روس..... تو سے پر دانۂ اسپند ..... اُلٹا دو تو سُور ہو جائے۔

سائنس اور اسلام

اپنی نشست گاہ میں رونق افروز تھے۔ ان دنوں روس کے مصنوعی سیاروں کی فضا میں تحقیقاتی پرواز کا چرچا عام تھا اور اشتراکی مبلغ لوگوں کو یہ باور کراتے پھرتے تھے کہ از روئے اسلام آسمان پر کوئی نہیں جا سکتا!

حضرت شاہ جیؒ کے سامنے حاضرین میں سے کسی نے اس کا ذکر چھیڑ دیا تو فرمانے لگے ہم تو انسان کے اعلیٰ علّیین پہنچنے پر ایمان لائے بیٹھے ہیں (معراج النبیؐ کی طرف اشارہ) یہ چاند اور ستارے تو راستے میں ہیں..... لیکن مجھے اس فضائی تسخیر کی کامیابی پر کوئی مسرت

ہے، نہ تعجب .... ہم تو تب مانیں گے جب یہ سائنس دان موت کا کوئی علاج تلاش کر لائیں اور کسی آدمی (چاہے ان کا اپنا ہی ہو) کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیں کہ اب یہ زندہ جاوید ہے اور قطعی نہیں مرے گا اور کسی مردہ کو زندگی دیدیں۔ اگر ایسا کر لیں تو میں ان کو سجدہ کر لوں۔ ؎

مدت سے لئے پھرتا ہوں اک سجدۂ بیتاب
ان سے کوئی پوچھے کہ وہ خدا ہیں کہ نہیں ہیں؟

## اسلامی نظامِ حکومت

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دورِ حاضرہ کے جدید آلات میں اسلامی نظام حکومت فٹ نہیں بیٹھتا۔ حضرت شاہ جی مرحوم نے ایک موقع پر اسی موضوع پر تقریر فرماتے ہوئے بڑی دلچسپ و معنی خیز تمثیل بیان فرمائی۔

ارشاد فرمایا: ایک لائق ترین درزی نے ایک شخص کے جسمی اعضاء و تناسب کے مطابق قمیص بنائی لیکن سوتے ہوئے اتفاق سے قمیص والے پر فالج گر گیا اور اعضاء کا تناسب جاتا رہا۔ ایک ہاتھ آگے کو لمبا ہو گیا، دوسرا بازو پیچھے کو مڑ گیا، کمر کبڑی ہو گئی، ٹانگیں ٹیڑھی ہو گئیں..... اور اب وہ قمیص میں عیب بتاتا ہے کہ فٹ نہیں ..... اور درزی پر بھی نکتہ چیں ہے ..... آپ ہی انصاف کیجئے کہ قمیص فٹ نہیں یا..... یہ خود منحوس اَن فٹ ہو گیا ہے.... ؟

تمہارے منہ کا مزہ صفراوی بخار سے تلخ ہو چکا ہے اور تم کو میٹھی چیز بھی کڑوی لگتی ہے، تو یہ دوا اور غذا میں تلخی نہیں ہے بلکہ تمہارے منہ کا ذائقہ خراب ہے۔ ع

تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل

## زندہ دفنا دو

آغا شورش کاشمیری (مرحوم) ایڈیٹر ہفت روزہ چٹان لاہور، جو شاہ صاحبؒ کے مقرب ترین دوستوں میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے شاہ جیؒ کی خدمت میں عرض کیا:

شاہ جیؒ! زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اپنے بچوں کو انگریزی مدارس میں بھیجئے اور ہو سکے تو قانون کی تعلیم دلوائیے.... آنے والے معاشرہ کی باگ ڈور قانون دانوں کے ہاتھ ہوگی.... اور انگریزی کے بغیر تعلیم مکمل نہیں ہوتی! بہرحال زمانے کا تقاضا ہے.....!

شاہ جیؒ نے فرمایا:

بابو! مجھے معاف رکھو، میں اس زمانے کا آدمی نہیں ہوں...... تم مجھے محمد قاسم نانوتویؒ اور محمود الحسن زیدیؒ کی روحوں سے بغاوت کی ترغیب دیتے ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ تمہارے بچے مرجائیں.... یا اپنے ہاتھوں انہیں زندہ دفنا دو....!

"لعنت بر پدر فرنگ"

(یہ قلندرانہ نعرہ تھا آپ کا ————)

## قرآن کی بلاغت

ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کتاب اللہ کی بلاغت پر صدقے جائیے خود بولتی ہے کہ میں محمدؐ پر اتاری گئی ہوں (نُزِّلَ عَلیٰ مُحَمَّدٍ) بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو..... اس کو پڑھا کرو....... سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

کی طرح نہ سہی، اقبال کی طرح پڑھ لو۔۔۔۔۔۔۔

دیکھا! اس نے کلام اللہ کو ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہلہ بول دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔۔۔۔ وہ تمہارے بتکدے میں "اللہ اکبر" کی صدا ہیں۔

حضرت شاہ جیؒ کو شاعر مشرق سے اور علامہ اقبال کو امیر شریعتؒ سے جو والہانہ محبت تھی، اس کا علم انہیں لوگوں کو ہے جو ان دونوں درویشوں کی مجالس میں گئے۔ حضرت امیر شریعتؒ اور علامہ اقبالؒ کی ملاقاتیں اتنی بے تکلف ہوتیں کہ جیسے فکری یگانگت کا یہ رشتہ فطری اور ازلی ہے۔

شاہ جی فرماتے ہیں کہ جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھے ہوتے۔۔۔۔ حقہ (خاص پنجابی ساخت کا) سامنے ہوتا۔۔۔۔ دو چار کرسیاں سامنے ہوتیں اور شاہ جیؒ فرماتے۔۔۔۔۔۔۔ یا مرشد! السلام علیکم! اور علامہ اقبالؒ کہتے۔۔۔۔ یا پیرا! بہت دناں بعد آیا ایں (بہت دنوں کے بعد آئے ہو) علی بخش (علامہ صاحب کا خادم) سے کہتے حقہ لے جاؤ! اور کلی کے لئے پانی لاؤ! کلی کرتے اور پھر فرماتے: پیر جیؒ! قرآن مجید کا ایک رکوع سناؤ! شاہ جیؒ قرآن پڑھتے۔۔۔۔۔۔ علامہ اقبال آبدیدہ ہوجاتے اور رقت طاری ہوجاتی۔۔۔۔ کانپنے لگتے تھے۔

شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میں پوچھتا: حضرت! کوئی تازہ کلام؟ فرماتے ہاں ہوتا ہی رہتا ہے، عرض کرتا: لائیے پھر!۔۔۔۔۔۔ کاپی منگواتے اور وہ اشعار جو حضور اکرمؐ کی منقبت سے البتہ ہوئے سناتے۔۔۔ چہرہ اشکبار ہوجاتا۔۔۔۔ اسی طرح جب قرآن پاک میں بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو آنکھیں برسنے لگتیں۔ حضورؐ کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود حبیبِ کبریا کا نام بھی باوضو ہوکر لیتے۔ حضور رحمت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں کے بغیر روتا ہے۔ اللہ اکبر!

ایک دفعہ بروایت شاہ جیؒ، جلسوں کی رونق پر گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگے عامۃ المسلمین میں بڑی جان ہے، اس قوم کا مزاج حرارت سے بنا ہے، یہ بُجھنے کے لئے پیدا نہیں کی گئی۔ ساری خرابی لیڈر شپ کی ہے۔ خواص تو خیر عضوِ معطّل ہیں انہیں اپنے جسم کا عیش چاہئے، یہ لیڈر گم کردہ راہ ہیں۔ لوگوں کو صحیح راستہ پر نہیں لاتے..... شاہ جیؒ نے فرمایا: حضرت! یہ بھی آپ نے مفروضہ قائم کر رکھا ہے.... قوم خود ہی صحیح راہ پر نہیں آتی؟.... آپ کے لئے عامۃ المسلمین کس طرح تڑپتے ہیں، لیکن آپ مجمع میں آتے ہی نہیں....؛ نہیں پیر جیؒ یہ بات نہیں..... میرا مجمع میری کتابیں ہیں۔ میں ہجوم افکار میں اس طرح کھڑا رہتا ہوں کہ لبسا اوقات فرصت کے اوقات ہی عنقا ہو جاتے ہیں......؛ شاہ جیؒ فرماتے: ٹھیک ہے مرشد مگر میں نے تو کبھی کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی ہے؛ او شاہ جیؒ! تساں تے دلاں تے دماغاں دی مٹی جھاڑدے او۔ (شاہ جیؒ آپ تو دلوں اور دماغوں کی گرد جھاڑتے ہو)،

شاہ جیؒ نے یہ واقعہ بیان کیا تو آنکھیں چھلک پڑیں اور آبدیدہ ہو کر فرمایا: ہائے کیا انسان تھا....؛ جدید دانش اور قدیم حکمت کا نقطۂ عروج.... چونکہ میاںؐ سے محبت کرتے تھے اس لئے اللہ نے ان پر علم و دانش اور فکر و نظر کی سبھی راہیں کھول دی تھیں.... وہ میدان کا کھلاڑی نہیں تھا، لیکن علم اس کا خانہ زاد تھا۔

## خاتم النبیین

ایک مقام پر تقریر فرماتے ہوئے شاہ جیؒ نے تمہیداً قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی: مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (القرآن)، اور تشریح کرتے ہوئے فرمایا خَاتَمْ کے معنی قادیانی...... حضرات کے نزدیک "مُہر" کے ہیں.... تو بھی

ختم نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا .... گورنمنٹ کے مقرر کردہ محکمہ کی طرف سے جس مکان کے دروازہ پر سیل (مہر) لگا دی جاتی ہے تو عوام کا کوئی فرد اسے توڑنے کا مجاز نہیں ہوتا۔ اسی طرح محکمہ ڈاک کے جس تھیلے پر مہر لگا دی جاتی ہے تو اسے بھی راستے میں کوئی نہیں کھول سکتا، تاوقتیکہ منزل مقصود پر افسر مجاز تک نہ پہنچ جائے۔ مگر یہ سب دنیا کے نظام ہیں .....! خدائی نظام کے تحت نبوت کے جس ظرف (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر خاتمے کی مہر ثبت ہوگئی ہے اسے کھولنے کی تا قیامت کسی بشر کو اجازت نہیں ..... اور اگر کوئی اس کو کھولنے کی چوری کرے گا تو پکڑا جائے گا۔

## لا نبیّ بعدی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارک پر (اپنے مخصوص انداز میں) تقریر فرماتے ہوئے فرمایا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ مگر قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ لا نفی جنس ہر طرح کے نبیوں کا خاتمہ نہیں کرتا (تاکہ غلام احمد قادیانی کی نبوتِ کاذبہ کی گنجائش نکل آئے)

شاہ جیؒ نے فرمایا اگر لا، نفی جنس کا ہر قسم کے نبیوں کا خاتمہ نہیں کرتا تو پھر کلمہ طیبہ میں لا الٰہ کا لا بھی سارے باطل معبودوں کی نفی نہیں کر سکتا اور وہاں بھی کچھ چھوٹے موٹے معبود ماننے پڑیں گے (العیاذ باللہ) پہلے لا میں نبوت (کاذبہ) کی گنجائش نکال لائے ہو تو دوسرے لا میں بھی گنجائش نکال کر کسی اور کو خدا بنا لو...! .... نعوذ باللہ من ذالک

# ختمِ نبوّت کانفرنس کراچی

تحفظ ختم نبوت کانفرنس مئی ۱۹۵۱ء، کراچی کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی کانفرنس تھی۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے قبل مرزائیوں کی مخصوص روش سے عوام و خواص میں یہ غلط فہمی تھی کہ (مرزائیت) ایک مذہبی فرقہ ہے اور احرار ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں.....!

لیکن جب احرار زعماء نے قادیانیت کے سیاسی مقاصد، سیاسی فریب کاریوں اور گھناؤنے عزائم کا پردہ چاک کیا تو عوام و خواص محسوس کر رہے تھے کہ اب تک ان کی معلومات پر اندھیرے اور تاریکی کی دبیز چادریں ڈالی گئی تھیں تاکہ حقائق کی روشنی اور مسلمات کے اجالے کی ایک کرن بھی نہ دیکھ سکیں۔

بالخصوص کانفرنس میں جب سبطِ رسولؐ بطلِ حریت حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے شواہد و بینات اور دلائل و براہین کی روشنی میں خطابت کے پھول بکھیرے تو کراچی کے در و دیوار جھوم اٹھے..... مرزائیت کی قبا چاک ہوئی اور وہ ہوائی قلعے جو مسلمانوں اور اسلام کے نقصان پہنچانے کے لئے قادیانی چیلے بنا رہے تھے، بخاریؒ کی شعلہ نوا خطابت اور دلائل کی بھرمار سے مسمار ہو گئے.....!

۶ مئی کو کانفرنس کے آخری اجلاس میں رات کے ۱۰ بجے حضرت بخاریؒ نعرہ ہائے تکبیر، امیر شریعت زندہ باد، تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد، اسلام زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں تقریر کیلئے اسٹیج پر نمودار ہوئے..... مجمع گوش بر آواز ہے، اور شاہ جیؒ گرجدار آواز میں خطبہ مسنونہ شروع فرماتے ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِیْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ الخ

فضا میں لحنِ حجازی میں قرآنی آیات کی تلاوتیں اور کلام اللہ کے وجد آفریں اور نورانی نغمے بلند ہوئے ..... سامعین نے دل تھام لئے .... شجر و حجر نے سرگوشیاں چھوڑدیں .... کائنات دم بخود ہوگئی، مکہ کے پہاڑوں اور مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا .... شاہ جیؒ نے خطبہ ختم کرتے ہوئے "صدق اللہ" کہہ کر سحر طرازیوں کا سلسلہ ختم کیا تو سامعین کے دل و دماغ پر کیف و مستی چھائی ہوئی تھی اور ادھر آتش نوا خطیب اسلوب بیان کی دلکشی، فکر و خیال کی پختگی، ظرافت و مزاح کی شائستگی، تمثیل و تعبیر کی شگفتگی، حاضر جوابی اور برجستہ گوئی کی شوخی اور استدلال کی سحر کاری و شواہد و بینات سے اپنا مضمون شروع کرتے ہیں۔

سامعین بخاریؒ کی تقریر کے لوچ میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں۔ حکومت کے افسران، معززین شہر، خواص و عوام کا یہ اسی ہزار کا عظیم الشان اجتماع ساکت و صامت شاہ جیؒ کے ایمان افروز بیان سے لطف اندوز ہو رہا ہے، اور شاہ جیؒ قرآن کی گہرائیوں میں غواصی کر رہے ہیں .... ارض و سما کی قوتیں ساکن تھیں اور بخاریؒ کو تنگیٔ وقت کی شکایت تھی ۔۔

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا

فرماتے ہیں:

دوستو اور بزرگو!!

آج ایک طویل عرصہ کے بعد دارالسلطنت کراچی میں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے۔ میری زندگی ہی کچھ اس نہج پر چلتی ہے کہ خواہش اور تمنا کی شدت کے باوجود

اس عظیم الشان سر بفلک عمارتوں اور صاف ستھرے بازاروں والے شہر نہ آ سکا اور میرے شب و روز پنجاب کے دیہاتوں اور شہروں میں گذرتے ہیں۔

الحمدُ للہ ! آج پنجاب کا کام قدرے ہلکا ہو گیا ہے، وہاں کے عوام اب بیدار ہو رہے ہیں، اور حالات و واقعات کی گردش پر نگاہ رکھتے ہیں .... اب خدا کے فضل سے وہ مرزائیت کے پھندے میں نہیں پھنس سکتے۔ آپ اب تک سن چکے ہونگے کہ پنجاب کے انتخابات میں مسلمانوں نے اپنی بیداری کا عملی ثبوت دیا ہے کہ مرزائی ہم میں سے نہیں ہیں۔

مجھے یہ معلوم کرکے بے حد دکھ ہوا کہ آپ میں سے بعض حضرات آج بھی احرار اور مرزائیت کی کشمکش کو مذہبی تنازعہ سمجھ رہے ہیں۔

میرے دوستو !

یہ معاملہ نیا نہیں، پرانا ہے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ مرزائیت کوئی مذہبی گروہ نہیں، یہ ایک سیاسی فرقہ ہے جسے انگریز نے اپنی سیاسی مصلحتوں کو پروان چڑھانے کے لئے تخلیق کیا ... اور اب پس پردہ ڈوری ہلا رہا ہے ...... یہ سب کچھ وہی کر رہا ہے یہ اسی کا خود کاشتہ پودا ہے اور اس بات کو خود مرزا غلام احمد بانی مرزائیت نے تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۲۰ پر تسلیم کیا ہے اور لیفٹیننٹ گورنر سے درخواست کی ہے کہ اس تحریک کے بارے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا جائے۔

اس حقیقت کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس فرقہ کو جنم محض اس لئے دیا گیا کہ مسلمانوں کے دل و جگر سے وہ جذبہ حریت ختم کر دیا جائے جو اسلام نے ان کے اندر پیدا کیا ہے (اور جو انگریز کی ہوس ملک گیری کے لئے سم قاتل ہے) جس کا ادنیٰ مظاہرہ ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کی صورت میں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے اسلام کے سب سے اہم (بلکہ باعث دوام دبقا)

مسئلہ جہاد کو حرام قرار دیا۔

آپ مرزا صاحب کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھیں، جہاں اس نے انگریز کی اطاعت و فرمانبرداری کا درس دیا ہے وہاں جہاد کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

آج بھی جب آپ اپنے گرد و پیش پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزائیوں نے (اپنے آقا کے حکم پر) مسلمانوں کا اقتصادی، مجلسی اور سیاسی مقاطعہ کر رکھا ہے لین دین وہ آپ سے نہیں کرتے، قادیان میں متوازی حکومت قائم کر رکھی تھی، جہاد حرام سمجھتے ہوئے بھی "فوجی" تربیت کا اہتمام تھا۔ جنازے وہ آپ کے نہیں پڑھتے، بیاہ شادی وہ آپ کے ہاں برداشت نہیں کرتے..... آخر وہ کونسی چیز ہم میں اور ان میں مشترک ہے جو اُن کو ہمارا ایک حصہ بنا رہی ہے.... ؟

ابھی کل کی بات ہے.... ہم نے قادیان میں تبلیغ کانفرنس کرنا چاہی لیکن ہمیں وہاں جلسہ کی اجازت نہیں دی گئی اور ہم کو قادیان سے دُور اپنے خیالات کا اظہار کرنا پڑا..... آج ربوہ کو دیکھ لیجئے وہاں کیا ہو رہا ہے؟ کیوں مجھے وہاں تقریر کرنے کی اجازت نہیں دیتے؟

پھر کیا وجہ ہے کہ وہ (مرزائی) ان علاقوں میں ارتداد پھیلائیں جہاں مسلمان اکثریت سے آباد ہیں.... میں حکومت سے مطالبہ کروں گا کہ مرزائیوں کو کہیں بھی تبلیغ کے نام سے اسلام کے خلاف گند اچھالنے کی اجازت نہ دے۔

مرزائیو! (حاکمانہ انداز سے)

مسلمانوں میں کفر و ارتداد پھیلانے سے باز آجاؤ اور خفیہ طریق سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ نہ ڈالو..... انہیں ان کے دینِ حق سے گمراہ نہ کرو..... اگر تم کسی صورت میں بھی (اپنی مجرمانہ تبلیغ سے) باز نہیں آسکتے تو کھل کر سامنے آجاؤ..... ایک دن بیٹھ کے فیصلہ کرلیں... دو ٹوک فیصلہ......

میں نے ابھی پچھلے دنوں بہاول پور میں ایک تقریر کے دوران کہا تھا۔ کہ بہاول پور اسٹیٹ میں ایک فیصلہ کن اجتماع منعقد کیا جائے۔ اس میں تمام مرزائیوں اور مسلمانوں کو شمولیت کی عام دعوت دی جائے! ہز ہائنس نواب بہاول پور اس اجتماع کی صدارت کریں .... مرزائیوں کی طرف سے مرزا محمود اور مسلمانوں کی طرف سے میں پیش ہوتا ہوں۔

مرزا محمود اور میں برسرِ عام تبادلۂ خیالات کرلیں اور حق واضح ہوجائے

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

دلیل پیش کرو! اگر تم سچے ہو؟

---

# چیلنج

قادیان میں احرار کانفرنس ۱۹۳۴ء میں حضرت امیر شریعت علیہ الرحمۃ نے جو دلولہ انگیز و کفر سوز تقریر فرمائی اس کی مقناطیسی کشش کا اعتراف مسٹر G.D کھوسلہ نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے .... اس ٹکڑے سے ہی جذبات کی معراج معلوم ہوتی ہے۔

حضرت شاہ جیؒ نے تقریر میں چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

تم سب خاموش بیٹھے رہو، وہ (مرزا محمود) نبی..... کا بیٹا ہے .... اور میں نبی علیہ السلام کا نواسہ ہوں..... وہ آئے اور مجھ سے اردو، فارسی، پنجابی میں ہر معاملہ سے متعلق بحث کرے ..... یہ جھگڑا آج ہی طے ہوجاتا ہے .... وہ پردہ سے باہر نکلے، نقاب اٹھائے ... کشتی لڑے اور مولا علیؓ کے جوہر دیکھے وہ ہر رنگ میں آئے ..... موٹر میں بیٹھ کر آئے، میں ننگے پاؤں آؤں ..... وہ

حریر و پرنیاں پہن کر آئے .... میں موٹا جھوٹا پہن کر آؤں .... وہ مزعفر، کباب یا قوتیاں اور اپنے ابا (غلام مرزا) کی سنت پلومر کی ٹانک وائن پی کر آئے .... اور میں اپنے نانا (حضور علیہ السلام) کی سنت جو کی روٹی کھا کر آؤں .... ہمیں میدان وہیں گو....

اس قسم کے کئی بے باکانہ، حکیمانہ اور یلغار افگن خطابات ہیں جو اس ختم نبوت کے شیدائی اور حبیبِ کبریا کے فدائی کے درمند دل کے جذبۂ صادق کے ترجمان ہیں ......

# سرفروشانہ جرأت

غالباً ۱۹۳۰ء میں قادیانیت کی لہر ایک نئی کروٹ کے ساتھ حالات پر اثر انداز ہونے لگی ؛ امرتسر میں (ماترم ہال کے اندر) ایک جلسے کا اہتمام ہوا، جس میں مرزا بشیر الدین محمود کو شریک ہونا تھا ؛ چنانچہ پولیس کا انتظام بے حد وسیع تھا۔ لوگ بڑی تعداد میں جمع تھے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا .... مگر مرزا بشیر الدین کے لئے (مکلف) چائے کا انتظام تھا .... وہ اسٹیج کی اوٹ میں چائے نوشی کا لطف اٹھا رہے تھے ....

ان کی اس حرکت سے (شاید چائے کے ظروف کی آواز سامعین تک پہنچ گئی) لوگوں میں سرگوشیاں ہونے لگیں .... بلکہ ان میں ایک نفرت سی ابھرنے لگی .... خیر اجلاس کا آغاز ہوا، اور مرزا صاحب (چائے نوش فرما کر تازہ دم) میرِ محفل بن بیٹھے ......

ایک (مرزائی) مبلغ روشن دین نے تلاوت قرآن شروع کی ...... اچانک پچھلی صفوں میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا ...... سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ صفیں چیرتے ہوئے دیوانہ وار اسٹیج کی طرف لپک رہے تھے ...... چہرے پر جلال کا یہ عالم تھا کہ لوگ از خود راستہ بناتے گئے اور آگے سے ہٹتے گئے .... جب وہؒ اسٹیج سے کچھ ہی فاصلہ پر تھے تو ان کی آواز کا شعلہ فضا میں لپکا اور یہ الفاظ گونجے :

ٹھہرو !

تم قرآن کریم کی تلاوت غلط کر رہے ہو ..... خدا کے قہر سے ڈرو ۔

دیکھئے نا ؟

ہزار خوف لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

مرزا بشیر الدین کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور پولیس معاً اسٹیج کے قریب آگئی اور فوراً مرزا صاحب کو گھیرے میں لے لیا ......!

افراتفری پھیل گئی اور آن کی آن میں جلسہ تتر بتر ہوگیا ! اور سید صاحبؒ کا مقصد بھی پورا ہوگیا کہ میرے نانا کی ختم نبوت کے دشمن عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہہ پائیں ۔

# بخاریؒ کا قرآن

بیشتر خطباء اپنی تقاریر میں جب ترنم سے قرآن پاک پڑھتے ہیں تو تجوید کی گت بنتی ہے..... بس ترنم ہی ترنم ہوتا ہے، لفظی صحت ملحوظ نہیں ہوتی مگر یہ صفت حضرت شاہ جیؒ کی تھی کہ جب لحنِ حجازی میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے تو بڑے بڑے قراء جھوم اُٹھتے.... علماء شاہ جیؒ کی تفسیر و تمثیل سے محظوظ ہوتے قُراء تجوید، ترتیل اور توقیر سے اور عوام بخاریؒ کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہوتے، کسی بادہ گسار کو تشنگی کی شکایت نہیں ہوتی تھی کہ عالم نشہ و سرور کی ان رعنائیوں میں سے اسے کچھ حصہ نہیں ملا۔

اکبر الہ آبادی نے فصاحت اور بلاغت کی جو اجمالی تعریف کی ہے اس کی صحیح تفصیل شاہ جیؒ کی تقریر تھی۔ ع

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اسکو کہتے ہیں
دلوں میں جو اتر جائے، بلاغت اسکو کہتے ہیں

اکثر مواعظ میں حضرت بخاریؒ سے سامعین درخواست کرتے کہ قرآن سنائیے اور جب حضرت، اپنے مخصوص انداز میں، قرآن پڑھتے تو سر جھومتے۔ آنکھیں برستیں اور قلوب مطمئن ہوتے۔

شاہ جیؒ کی تقاریر میں ہندو اکثر دیکھے جاتے تھے، جو صرف اس لئے آتے تھے کہ شاہ جیؒ کا قرآن سُن سکیں۔ حضرت شاہ جیؒ نے خود ایک موقعہ پر فرمایا کہ ڈنڈم جیل ڈھاکہ (بنگلہ دیش)، میں ایک شب سورۂ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا، چودھویں رات کا چاند آسمان پر جگمگا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ قرأت کی تاثیر میں ڈوب کر ٹھہر گیا ہے۔ ایک گھنٹہ اسی تلاوت میں گذر گیا۔ اتنے میں پنڈت راجی لال سپرنٹنڈنٹ

جیل نے پیچھے سے پکارا، دیکھا تو وہ کھڑا ہے اور رخسار اس کے آنسوؤں سے تر ہیں، کہنے لگا۔

شاہ جی! خدا کے لئے بس کرو، میرا دل قابو سے باہر ہو گیا ہے، اب مجھ میں رونے کی سکت نہیں۔ اللہ اللہ یہ قرآن کا اعجاز تھا۔

۱۹۴۶ء میں یو پی کانفرنس کا اجلاس بجنور میں ہو رہا تھا، شاہ جیؒ نے اجلاس شبینہ میں قرآن پڑھنا شروع کیا تو ایک گھنٹہ تک قرآن ہی پڑھتے گئے، مجال ہے کہ ایک آدمی بھی مجمع سے ہلا ہو۔

لوگ ہاتھ کی لکیروں کی طرح جمے بیٹھے رہے۔ ادھر وہ قرآن پڑھ رہے تھے ادھر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ قرآن نازل ہو رہا ہے، اور صفا و مروہ سے گونجتی ہوئی سورتیں بجنور کے افق سے اتر رہی ہیں، مگر شاہ جیؒ کو اپنی ٹھنڈی اور مصلحت بیں، قوم سے شکوہ تھا وہ پرسوز انداز میں فرماتے۔

## میں نے بنجر زمین میں بیج بویا

لگاتار چوالیس (۴۴) برس لوگوں کو قرآن سنایا، پہاڑوں کو سناتا تو عجب نہ تھا کہ ان کی سنگینی کے دل چھوٹ جاتے، غاروں سے ہمکلام ہوتا تو جھوم اٹھتے.... چٹانوں کو جھنجھوڑتا تو چلنے لگتیں، سمندروں سے مخاطب ہوتا تو ہمیشہ کے لئے طوفان بکنار ہو جاتے، درختوں سے کہتا تو دوڑنے لگتے، کنکریوں سے گویا ہوتا تو لبیک کہہ اٹھتیں، صرصر سے کہتا تو صبا ہو جاتی، دھرتی کو سناتا تو اس کے سینے میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے، جنگل لہرانے لگتے، صحرا سر سبز ہو جاتے، میں نے ان لوگوں میں معروفات کا بیج بویا ہے جن کی زمینیں بنجر ہو چکی ہیں، جن کے ضمیر عاجز آچکے ہیں، جن کے یہاں دل و دماغ کا قحط ہے، جن کی پستیاں انتہائی خطرناک ہیں، جو برف کی طرح ٹھنڈے

ہیں، جن میں ٹھہرنا المناک اور گزرجانا طرب ناک ہے اور جو طاقت ہی کی پوجا کرتے ہیں، جن کے بڑے معبود کا نام طاقت ہے، یہاں امراء دوزخ کے کتے .... اور سیاست دان کھوٹے سکے ہیں (الا ماشاء اللہ) ان کے ساتھ نٹ اور ان کے پیچھے لاشیں چلتی ہیں، ان کی واحد خوبی یہ ہے کہ ہر نیکی اور برائی کی زبان میں جھوٹ بول لیتے ہیں.....!

---

# ماضی ۔ و ۔ حال

حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ فرماتے تھے کہ میرے سالانہ جلسہ پر غالباً ۱۹۴۹ء میں لیاقت باغ راولپنڈی میں شاہ جیؒ نے تقریر فرمائی، موضوع تھا "القرآن" فرمایا: قرآن یتیمؐ پر اترا، پھر اسے اتنا بلند و بالا کیا کہ اس کے قدموں میں شاہوں کے تاج و تخت آئے .... قرآن پاک پھیلا .... شہروں میں قرآن..... جنگلوں میں قرآن ..... ایوانوں میں قرآن..... میدانِ جنگ میں قرآن..... عرب میں، عجم میں، مردوں میں، عورتوں میں، بڑوں میں، بچوں میں .... قرآن ہی قرآن تھا۔ .....مگر آج !.... قرآن سمٹتے سمٹتے مسجدوں میں پناہ لے رہا ہے۔......

وہ ماضی.... تھا .... یہ حال ہے۔

---

# آگ لگادو

شاہ جیؒ کی قرآن کریم سے شیفتگی اور والہانہ محبت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ استثنائی صورتوں میں کلام اللہ کے علاوہ کسی دوسری کتاب کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہ فرماتے تھے.... حضرتؒ کا عقیدہ تھا کہ میرے لئے جو کچھ ہے قرآن میں موجود ہے .... فرماتے : اگر آج دنیا قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتابوں پر نگاہ رکھ سکتی ہے..... تو میں دوسری کتابوں سے روگردانی کرکے صرف کتاب اللہ پر اپنی توجہ کیوں نہ مرتکز کروں ؟

میں تو قرآن کا مبلغ ہوں..... میری باتوں میں اگر کوئی تاثیر ہے، تو وہ صرف قرآن کی وجہ سے ہے......"

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ کے ایک جولاہے مرید کا واقعہ ارشاد فرمایا کہ وہ ہر سال حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں جب ملنے کے لئے آتا تو ایک لنگی (تہبند) ساتھ لاتا.... ایک مرتبہ وہ ایک سال ناغہ کرکے دوسرے سال ملنے آیا تو دو لنگیاں لایا.... حضرت خواجہ صاحبؒ نے پوچھا : گذشتہ سال کیوں نہیں آئے ؟

اس جولاہے نے عرض کیا ، حضور ! گذشتہ سال لنگی تیار نہیں ہوئی تھی..... اس لئے حاضری نہ دے سکا....

فوراً خواجہ صاحبؒ نے ان دونوں لنگیوں کو آگ لگوادی اور فرمایا :
"جیہڑی شے یار کنوں جدا کرے اوں کوں بھاہ لا" (جو چیز یار سے جدا کرے اسے آگ لگادو)

"میں بھی یہی کہتا ہوں کہ جو چیز مجھے قرآن سے جدا کرے اسے آگ لگادو۔"

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم!

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

لیکن ملحوظِ خاطر رہے کہ انہیں کتابوں سے حضرتؒ کو نفرت تھی جن کے پڑھنے سے دین کا کوئی فائدہ نہیں.... لایعنی قصص و حکایات پر مبنی ہوں .... ورنہ تو وہ کتابیں جو قرآنی متن کی تفصیل ہیں مثلاً احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر دینی معتبر کتب.... وہ تو حضرت شاہ جیؒ کا متاعِ زندگی تھیں جن سے کہ کتاب اللہ کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

---

## قرآن محفوظ ہے

کمیٹی باغ حافظ آباد میں دورانِ تقریر قرآن مجید کی ہر قسم کی تحریف، اور تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے کی شاہ جیؒ نے ایک جامع اور بصیرت افروز تمثیل بیان فرمائی۔ آپؒ نے فرمایا:

ایک خزینہ جو زر و سیم سے لبریز اور لعل و جواہر سے بھرپور ہے، جس کا ایک ایک موتی دُرِّ یکتا اور ایک ایک ہیرا بے مثل و بے بہا ہو...... یہ خزینہ فولاد کے ایک مضبوط صندوق میں مقفل کر کے سیسہ پلائی ہوئی دیواروں اور آہنی چھت و فولادی دروازوں والے ایک مکان میں رکھ دیا جائے..... اسی پر بس نہیں بلکہ اس کی حفاظت کے لئے ایک نہایت طاقتور، ہوشیار اور جری سنتری اور پہرہ دار بھی مقرر ہو جو ضروری اسلحہ سے لیس شب و روز اس کی حفاظت کرتا ہو، لیکن اتنی احتیاطوں کے باوجود کوئی ایک گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس خزانہ میں چوری ہو گئی ہے اور اس سے قیمتی جواہر نکال لئے گئے ہیں..... چوری

کی رپورٹ پولیس اسٹیشن میں درج کرائی جاتی ہے اور اس واردات کا چرچا عوام میں بھی ہو جاتا ہے۔

پولیس اور عوام بالاتفاق اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ایسے محفوظ خزینہ سے اتنی بڑی چوری کا ہو جانا تین صورتوں سے خالی نہیں۔

نمبر ۱:-

یا تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ پہرہ دار بیچارہ حفاظت کرتے کرتے تھک گیا تھا اور رات کو ستانے کے لئے دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا تھا، اتنے میں نیند غالب آگئی اور غافل ہو کر سو گیا، یا چوروں میں سے کسی نے دھوکہ سے اسے باتوں میں لگا لیا ہو اور اپنی ڈیوٹی سے غافل کر دیا اور چوروں نے اس نیند سے یا محافظ کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر خزانہ پر ہاتھ صاف کر دیئے ہوں۔

نمبر ۲:-

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ محافظ نے چوروں سے سازش کر لی ہو۔ اور مال مسروقہ سے ایک خاص حصّہ مقرر کر لیا ہو، اور اس لالچ میں آکر چوروں کو خزانہ لوٹنے کا موقعہ دیدیا ہو۔

نمبر ۳:-

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ چوروں کا جتھہ طاقتور ہو اور آتشین اسلحہ سے لیس ہو، جنہوں نے محافظ کو ڈرا دھمکا کر خاموش رہنے پر مجبور کر دیا ہو بعض نے اسے پکڑ لیا ہو، بعض نے اس کا منہ بند کر دیا ہو تاکہ شور نہ مچائے اور اس طرح سے دل کھول کر خزانہ لوٹا ہو۔

ان تینوں صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت ممکن نہیں اور اگر یہ تینوں صورتیں پیش نہیں آئیں تو پھر (خزانہ میں) چوری کی کوئی واردات نہیں

ہوئی اور یہ چوری کا دعویٰ غلط ہونے کے ساتھ ساتھ کسی گہری سازش، اور دشمنی کا نتیجہ ہے اور اس دعویٰ سے محافظ و پہرہ دار کی تذلیل و بدنامی مقصود ہے۔

اب ایک گروہ کہتا ہے کہ (ہمارا) لعل و جواہر کا سب سے گراں مایہ خزینہ (قرآن مجید) جو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت مسلمہ کو دیا ہے اور جس کا محافظ و نگران خود خدا ہے جو اس کا نازل کرنے والا ہے، اس میں چوری ہو گئی ہے.... (العیاذ باللہ) اور اس کے قیمتی اجزاء (آیات) اڑا لیئے گئے ہیں بالفاظِ دیگر اس میں ردوبدل اور تحریف و تغیر کر دیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب الٹ دی گئی ہے اور اس سے ہزاروں جواہر (آیات) چرا لیئے گئے۔

یہ افواہ اڑتی اڑتی عدالتِ اسلامیہ (ائمۂ دین اور علماء امت) تک پہنچ جاتی ہے... وہ اس سلسلہ میں کافی غور و تدبر اور کامل فکر و نظر کے بعد اس نتیجے تک پہنچتے ہیں اور فیصلہ صادر فرماتے ہیں کہ یہ افواہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور کسی گہری سازش اور دشمنی کا نتیجہ ہے۔

## علماء کا فیصلہ:۔

قرآن کریم میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے، قرآن کریم میں جو خزینہ موجود ہے اس میں چوری قطعی ناممکن ہے اور چوری کا دعویٰ باطل ہے، اس لیئے کہ چوری کی وہ مذکورہ بالا تینوں صورتیں یہاں متصور نہیں ہو سکتیں... ان صورتوں کا امکان تو صرف اسی حالت میں ہو سکتا ہے کہ جب محافظ و نگران انسان و ابن آدم ہو جس کی قوتیں محدود اور اپنے ہم جنسوں کے مقابلے میں متفاوت ہوتی ہیں۔

مگر اس لازوال خزانہ (قرآن) کا محافظ تو خدائے علیم و بصیر اور غالب و قدیر ہے

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ — ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم اس کے محافظ ہیں۔

(۱) رب العزت اس خزانہ کی حفاظت سے غافل اور بے خبر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔ نیند تو ایک طرف اسے تو اونگھ بھی نہیں آتی۔

| | |
|---|---|
| وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ | اور نہیں تھکاتی اس کو حفاظت انکی |
| الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ | اور وہ سب سے اعلیٰ و عظیم ہے |
| لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ | نہیں پکڑتی اسکو اونگھ اور نہ نیند |

(۲) دوسری صورت بھی ناممکن ہے کیونکہ لالچ کرنا محتاج کا کام ہے ... اور اللہ ؟ اللہ تو ہر قسم کے احتیاج سے پاک ہے، اور وہ بے نیاز ہے، ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ | اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو |
| إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ | اور اللہ، وہ تو غنی اور محمود ہے |

(۳) اور تیسری صورت بھی ناممکن ہے، اللہ پر کوئی جابر اور غالب نہیں ہے۔

| | |
|---|---|
| وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ | اور وہ اپنے تمام بندوں پر زورآور |
| وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ | ہے اور وہی ہے حکمت والا خبردار! |

یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ چوری کی ان تینوں صورتوں میں سے یہاں کوئی بھی صورت ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ چوری (تحریف) کی رپورٹ باطل، لغو، اور بے بنیاد ہے اس خزینہ (قرآن) میں نہ چوری ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے الحمدللہ! اہل سنت حضرات کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید جس طرح خاتم النبیینؐ پر نازل ہوا اور جس طرح آپؐ نے امت کے پاس چھوڑا بالکل ویسا ہی حرف بحرف مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔

# آیتِ تطہیر

ایک معتدل مزاج شیعہ نے شاہ جیؒ سے آیتِ تطہیر کے بارے میں سوال کر کے بحث شروع کردی اور کہاکہ جی قرآن مجید کی یہ آیت

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

ترجمہ:۔ سوا اس کے نہیں کہ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کہ دور کرے تم سے پلیدی اے اس گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا (پ۲۲ رکوع ۱)

نزولاً اور حکماً اہل بیت (یعنی اولادِ رسولؐ اور ائمہ کرام) کے حق میں ہے، وہ اسی حکم سے معصوم ہیں۔

شاہ جیؒ نے فرمایا:

یہ آیت کریمہ ہر نوعیت سے ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی اور سبب نزول انہیں (ازواجؓ) کی ذوات ہیں اور یہ بات ایسے ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ آیت کریمہ کے سیاق و سباق اس کی بڑی دلیل ہے کہ یہ آیت کریمہ اُمہات المومنینؓ کے حق میں نازل ہوئی۔

اور اگر بالفرض اہل بیتؓ (اولادِ رسولؐ) مراد لئے بھی جائیں تو آپ حضرات کا ائمہؒ کے بارے میں معصومیت کا دعویٰ باطل ہو کر رہ جاتا ہے، اس لئے کہ آیت کے الفاظ ناطق ہیں کہ پہلے "رجس" تھا پھر "تطہیر" ہوئی۔

لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

ترجمہ:۔ کہ دُور کرے تم سے پلیدی اے اس گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا

"رجس" کا پایا جانا پھر "طہارت" کا ہونا، یہ شانِ "معصومیت" کے خلاف ہے؛

بچہ کو معصوم کہنے کی علت یہی ہے کہ وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے، اس وقت اس میں معصیت کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی اور جب صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے چاہے وہ صالح اور نیک ہو معصوم نہیں رہتا..... انبیاء علیہم السلام کو معصوم کہا جاتا ہے تو وہاں بھی یہی حقیقت کارفرما ہے کہ وہ معاصی کے تصور سے بھی طاہر و منزہ ہوتے ہیں، ان کی ذوات گرامی پیدائشی طور پر "رجس" و "معاصی" کی استعداد ہی سے پاک ہوتی ہیں اور گناہ کی آلودگیوں سے منزہ.....

اگر یہ بات نہ مانی جائے...... بلکہ "رجس" کا وجود مان کر پھر "تطہیر" کا ڈھنڈورا پیٹا جائے تو میرے نزدیک یہ کفر ہے..... کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں گناہ کا تصور ہی باعثِ دخول نار ہے۔

جبکہ آپ میں سے بعض دعنادی، حضرات اس کے قائل ہیں اور اس کی دلیل میں ذکر انبیاء میں استعدادِ معصیت ہوتی ہے، العیاذ باللہ، حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بچپنے کے سینے چاک کئے جانے والے واقعہ کو پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ عصمت انبیاء کے خلاف ہے اور عصمت کی تضحیک کے مترادف ہے...... یہ سینہ چاکی تو نور معرفت کا سبب بنی جو ایام طفولیت میں ہی ظہور پذیر ہو گیا تھا۔

اس پر اس صاحب نے اعتراض کیا کہ:

اگر یہ آیت آپ کے فرمانے کے مطابق ازواجِ مطہرات رض کے حق میں نازل ہوئی ہے تو پھر کیا ان میں پہلے "رجس" تھا.....؟

شاہ جی رح نے فرمایا: بالکل واضح ہے۔

وہ چونکا.... کہ نبی کی اہلیہ رض اور "رجس"...؟

شاہ جی رح نے فرمایا:

بھائی! ازواجِ مطہرات رض اکثر امراءِ عرب کی لڑکیاں تھیں.... جو نازونعم

کی پروردہ تھیں، ان کے دلوں میں (موروثی، مال و دولت کی محبت تھی اور مال و دنیا کی محبت ہی سب سے بڑا "رِجس" ہے۔ اور پھر نبیؐ کا تو مشن ہی مال و دُنیا کی محبت دلوں سے نکالنا ہے اور خدا کی محبت سے دلوں کو معمور کرنا ہے پھر اللہ نے ازواجِ مطہراتؓ کے دلوں سے یہ "رجس" ایسا خارج کیا کہ پھر تو آٹھ آٹھ روز تک چولہوں میں آگ نہیں جلتی تھی ..... مال کی محبت کو دلوں سے نکال لینے ہی کو شاہ جیؒ نے تطہیر ثابت کرنے پر قرآن مجید کی دوسری آیت تلاوت فرمائی:

| | |
|---|---|
| خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً | ان کے اموال سے صدقہ لیجئے تطہیر |
| تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا | کیجئے انکی ساتھ اسکے اور تزکیہ ان کا |

معلوم ہوا کہ جب مال کا لینا تزکیہ اور تطہیر کا باعث ہو سکتا ہے تو سرے سے محبت ہی ختم کر دی جائے۔

اور لفظ اہلِ بیت کی مراد کو واضح کرنے کی غرض سے آپؒ نے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کے تذکرہ میں ان کی اہلیہ کو خطاب کے وقت قرآنی الفاظ سنداً پیش کئے:

| | |
|---|---|
| قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ | فرشتوں نے کہا کیا تعجب کرتی ہیں آپ |
| رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ | اللہ کے حکم پر، اللہ کی رحمت اور برکتیں |
| اَهْلَ الْبَيْتِ۔ | ہوں آپ پر۔ |

یہاں اہلِ بیت سے مراد زوجۂ ابراہیمؑ ہے ناکہ پورا خاندان ابراہیم علیہ السلام۔

وہ شخص یہ باتیں سُن کر جھوم جھوم گیا ..... اور انتہائی متاثرانہ انداز میں کہا:

شاہ جیؒ! میں قیامت کے روز خدا کے سامنے آپ کا دامن پکڑوں گا.....

اور کہوں گا:

اے اللہ !

انہوں نے ہماری برادری (مؤمنین کرام) کو سیدھی راہ نہ دکھائی.... حالانکہ ان کے پاس ایسے بیّن اور ٹھوس دلائل تھے کہ سب کچھ کر سکتے تھے..... سب کچھ کر سکتے تھے....

اور حقیقت یہ ہے کہ ہدایت و ضلالت کسی کے بس کا روگ نہیں.... وہ جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب فرماتا ہے.....

---

## فاروقؓ و علیؓ

ایک موقع پر پوچھا گیا :

شاہ جیؒ : فاروقؓ و علیؓ میں کیا فرق ہے ؟

فرمایا : بھائی ! بڑا فرق ہے..... علیؓ مرید ہیں..... عمرؓ فاروق.... کچھ اور ہیں.... حضرت علیؓ کیا تمام صحابہ کرامؓ مرید ہیں۔

حاضرین نے عرض کیا (حیرت سے)

تو پھر فاروق اعظمؓ کیا تھے آپ کے نزدیک ؟

شاہ جیؒ نے فرمایا : بھائی ! سارےؓ مرید ہیں..... بلکہ عمرؓ مراد ہیں...... باقی سب حلقہ بگوش اسلام ہوئے ... اور عمرؓ اللہ سے مانگا گیا .... باقی سب خود چل کر آئے ہیں اور عمرؓ کے لئے بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی گئی.... یہ مرید نہیں مراد ہوئے..... علیؓ مرید ہیں، عمرؓ مراد .... یعنی علیؓ کو اسلام کی طلب ہوئی اور اسلام کو عمرؓ کی طلب ہوئی۔

مزید فرمایا : میں علیؓ کا بیٹا ہوں.... نفس میرا بھی چاہتا ہے کہ

سب کچھ انہیں (حضرت علیؓ) کو کہوں .... مگر عمرؓ چھوڑتے نہیں .... وہؓ منو ہیں .... اور پھر کمال متانت سے فرمایا :

عمرؓ کو نکال دیجئے ، اسلام کی تاریخ میں رہ ہی کیا جاتا ہے ؟

---

## خدیجہؓ - و - صدیقہؓ

ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ :

شاہ جی ! حضرت خدیجۃؓ الکبریٰ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ میں کیا فرق ہے .... ؟

فرمایا : خدیجہؓ کا نکاح محمد بن عبداللہ سے ہوا .... اور عائشہؓ کا نکاح محمد رسول اللہ سے ہوا .... حضرت خدیجہؓ محمدؐ کی اہلیہ ہیں اور حضرت عائشہؓ نبوت کی رفیقۂ حیات بنیں .... رضی اللہ عنہما ۔

اسی قسم کا ایک اور سوال ہوا کہ :

حضرت ! فاطمۃ الزہراؓ اور حضورؐ کی دوسری صاحبزادیوںؓ میں کیا فرق ہے اور حضرت فاطمہؓ کی فضیلت دوسری صاحبزادیوں پر کیسے ہوئی ؟

فرمایا :- رقیہؓ ، ام کلثومؓ اور زینبؓ محمد کی صاحبزادیاں ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ نبوت کی صاحبزادی ہیں .... اُن صاحبزادیوںؓ کی ولادت قبل از نبوت ہوئی اور حضرت ام الحسنینؓ فاطمہؓ کی ولادت نبوت کے زمانہ میں ہوئی .... رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔

# نوری - اور - وفا ؟

صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب ایک زمانہ میں جماعت احرار کے اکابر میں سے تھے (آجکل بریلوی عقائد کے مبلغ ہیں اور نوری بشری کے چکر میں محصور)۔

حضرت شاہ جیؒ سے ایک دوست نے عرض کیا۔

شاہ جیؒ! صاحبزادہ فیض الحسن نے آپ کو کیوں چھوڑ دیا ؟

فرا بولے: بھائی! وہ نوری ہیں ... ہم خاکی ...... ان نوریوں سے ... وفا کی کیا امید ______ ؟ سب سے بڑے نوری (حضرت جبرائیلؑ) نے میرے نانا (حضور علیہ السلام) کو معراج کی شب راستہ ہی میں چھوڑ دیا تھا .... کہا آگے چلو .... کہا نہیں چلتا .... ذرا آگے چلا تو پر جل جائیں گے۔

لَوْ دَنَوْتُ اَنْمِلَةً لَاحْتَرَقْتُ

پھر فرمایا:

ہائے ... نہ ہوا بخاریؒ ...... اگر میں ہوتا تو میاںؐ کا حکم مان کر آگے چلتا پر جل جاتے تو کیا ہوتا .... میاںؐ کی اطاعت میں ..... اور آقا کی دہلیز پر تو جلتے اس سے زیادہ سعادت کا کونسا موقع ہوتا۔ ؎ (ے میں)

چوں رسی بکوئے دلبر، بسپار جانِ مضطر

کہ مبادا بارِ دیگر، نہ رسی بدیں تمنا

پھر فرمایا: جب اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانا چاہتا ہوں پھر اس کا پتلا تیار کیا ... پھر نوریوں کو حکم دیا کہ اس کو (تعظیماً) سجدہ کرو .... اس وقت بھی نوری اس خاکی کے فضل و کمال سے واقف نہ تھے .... اور معراج میں بھی اس کے علم و مقام سے ناآشنا تھے ..... خاکی پتلے میں ہی تو آکر روحِ آدم

مسجود ملائکہ نبی .... اللہ کے یہاں جو عزت و حرمت ہے وہ تواضع و انکساری کی ہے .. اور عبودیت کی ہے اور یہ خاکی عنصر ہی کی برکت ہے ۔

---

## بشریت انبیاءؑ

دشمنانِ انسانیت انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص امام الانبیاءؑ سید ولد آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کا انکار کرتے ہیں جو سراسر قرآنی احکام کے خلاف ہے ۔ حضور علیہ السلام کی روحانی نورانیت کا انکار بھی حقیقت کا انکار بلکہ کفر ہے اس لئے کہ حضور منبع ہدایت ہیں اور ہدایت و معرفت کو خدا نے نور سے تشبیہہ دی ہے اور پھر حضورؐ کی جسمانی اعلیٰ و ارفع بے مثال انسانیت کا بھی اللہ کا قرآن اعلان کرتا ہے ، مگر وعظ فروش علماء سوء اس سلسلہ میں قرآن پاک کے واضح ارشادات کو اپنی جاہلانہ تاویلات سے بدل کر اپنے آقاؤں ( فرنگیوں ) کے ذمہ لگائے ہوئے مشن ( افتراق بین المسلمین ) کی تکمیل کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد و ایمان سے کھیلتے رہتے ہیں ۔

چنانچہ اس طبقہ کے بعض جاہل مقررین آیاتِ قرآنی سے اپنے مقصد کے معانی نکالنے کے لئے تحریف معنوی کرتے وقت قواعد و لغت کا بھی خیال نہیں کرتے ۔

حضرت شاہ جیؒ ایک مقام پر تشریف لے گئے تو وہاں پر ایک مولوی صاحب کی تازہ ترین تقریر میں انوکھی تفسیر کے چرچے تھے اور اس انوکھی تفسیر سے جو آج تک کسی مفسر کو نہیں سوجھی ، حضرت بخاریؒ صاحب کو مطلع کیا گیا ، اور بتلایا گیا کہ حضرت ! ویسے تو اس کی ساری تقریر دل پذیر ملکے میں محفوظ کر کے

پتھر باندھ کر سمندر کے وسط میں ڈالنے کے قابل تھی (کیونکہ ان کی تقاریر کا مدار ہی شیخ چلی کے لطائف اور میر کی غزلیں ہوتی ہیں)۔
مگر شاہ جیؒ! یہ تفسیر سنئے!

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو یوں پڑھا:

قُلْ ـــ اِنَّ ـــ مَآ اَنَا بَشَرٌ ـــ مِّثْلُكُمْ

اور ترجمہ و تفسیر یوں کی: اے میری کالی زلفوں والے نبیؐ! کہہ دیجئے کہ تحقیق میں نہیں بشر کہ جیسے تم ہو۔
دیکھا یہاں اللہ کریم اپنے نبی سے بشر ہونے کی نفی کرا رہا ہے۔
گویا مَا نافیہ ہو کر مولوی کا مقصد پورا کر گیا.....

ع خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں

شاہ جیؒ نے یہ "ولایتی تفسیر" سنی تو حیران ہو گئے..... اور بس تقریر کا یہی موضوع بن گیا.... جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:
میرے دوستو اور بزرگو!!
آپ کے "دلچسپ" مولوی کی تفسیر نے تو حیران کر دیا۔
اب اگر میں اس کا جواب آپ کو علمی پیرایہ میں دوں تو شاید سمجھ میں نہ آئے کیونکہ وہ تفسیر و ترجمہ جہاں حقائق کے خلاف ہے وہاں قواعد لغت عرب کے بھی قطعی خلاف ہے۔
مگر اس کا جواب اسی مقام پر اور اسی آیت میں موجود ہے، آگے آتا ہے

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود برحق ہے
اس کا ترجمہ بھی تم اپنے مولوی صاحب سے اس کے قاعدہ کلیہ کے مطابق

(مَا نافیہ بناکر ، یوں کرواؤ :-

وَاَنَّ۔ مَا اِلٰهُكُمْ ۔۔۔ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ

اور تحقیق نہیں تمہارا معبود ، معبود ایک

(العیاذ باللہ)

اور پھر ایسی سینکڑوں آیات پوری وضاحت سے وجد آفرین انداز میں پڑھیں اور حق واضح کیا .... جس سے کہ لوگوں میں کچھ دن سے پھیلائے ہوئے فتنہ کی بیخ کنی ہوئی ، اور محرفینِ قرآن کی قلعی کھلی ۔

---

## ہم کس کی اولاد ہیں ؟

ایک اور موقع پر بشریت ہی کے سلسلہ میں فرمایا :-

بھائی لوگو آپ کے کبوتروں اور بٹیروں کی بھی کوئی نسل ہوتی ہے ...... لیکن ہم سیّد ہی ایسے ہیں کہ جن کی کوئی نسل نہیں ؟

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو تم انسان نہیں مانتے (العیاذ باللہ) تو پھر ہم کس کی اولاد ہیں ؟

---

# فماظنکم برب العلمین

حقوق اللہ کے عنوان پر تقریر فرمارہے تھے اور مذکورہ بالا آیت قرآنی کا ترجمہ یوں بیان فرمایا: .... پس تم نے خلاق عالم کیلئے کیا رکھا ہے؟

اور پھر فرمانے لگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی سعی فرماتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے عبادت اور بندگی جب غیر اللہ کے لئے روا رکھی ہے، تو رب العلمین کے لئے کیا رہ گیا؟ .... عبادت ہی تو مخصوص تھی خدائے برتر کے لئے .... جب وہ بھی "من دون اللہ" ہو گئی، تو بتلاؤ کہ اب ربّ العلمین کے حضور پیش کرنے کے لئے کونسا تحفہ باقی رہا۔؟

---

# اَیْنَ مَاکُنْتُ ___؟

وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا اَیْنَ مَاکُنْتُ [1]

سولھویں (۱۶) پارہ، سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی ہادیانہ زندگی کا پرتو ہے۔ حضرت شاہ جیؒ نے ایک دن اپنے ایک عقیدت مند مولوی یسین صاحب سے پوچھا:

جانتے ہو اَیْنَ مَاکُنْتُ [2] کیوں فرمایا حضرت عیسیٰؑ نے ؟

انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

تو پھر فرمایا، یہ بھی جانتے ہو کہ سارے قرآن میں کسی اور نبیؑ کے ذکر میں یہ جملہ

---

[1] اور کیا ہے مجھکو نبی جہاں ہوں میں اور کیا ہے مجھکو برکت والا۔

[2] جہاں ہوں میں۔

(اینَ مَاکُنتُ) نہیں ہے ؟

انہوں نے جواباً عرض کیا کہ حضرت یہ تو جانتا ہوں اور صحیح ہے کہ کسی اور نبیؑ کے بارے میں یہ جملہ سارے قرآن میں نہیں آیا .... !

آپؒ نے فرمایا ، یہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہے . اِس تخصیص کی علّت یہ ہے کہ ایک ہی نبیؑ ایسے ہیں جو زمین پر بھی تھے اور آسمان پر بھی (رفع حیات دنیوی کے ساتھ) ہوا .

یعنی جس زندگی کے ساتھ وہ زمین پر رہے ، اسی کیفیت حیات کیساتھ آسمان پر اُٹھا لئے گئے ..... اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی صرف دنیا کی تھی تو این ماکنت کا معنوی مقصد فوت ہو جاتا ہے .

اگر انہیں مردہ تسلیم کر لیا جائے (العیاذ باللہ) اور سری نگر میں مدفون بھی مان لیا جائے جیسا کہ نصرانیوں کا وہم ہے اور پھر بڑی دلیل یہ ہے کہ جو آگے آیت کے اخیر میں ہے مَادُمْتُ حَیًّا جب تک میں زندہ رہوں .

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی ناقابل تردید اور قوی ترین دلیل ہے .

# اَللّٰہُ الصَّمَد

ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ کے معنی میں مجھے تردد رہا۔ بس قلب مطمئن نہ ہوتا تھا۔ (اسارت کے دوران) جیل میں مجھے حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ قرآن مجید دیکھتے ہوئے خیال آیا کہ "اللہ الصمد" کے معنی دیکھوں حضرت کیا معنی کرتے ہیں، جب وہ جگہ نکالی تو "اللہ الصمد" کا ترجمہ یوں تھا...

اللہ نِرادھار ہے....؟

شاہ جیؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی اس کو "نرادھار" پڑھوں... کبھی کچھ.... کبھی کچھ.... مگر اس لفظ کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہ آئے....... پھر میں اپنے جیل کے ایک رفیق پنڈت نیکی رام شرما کے پاس آیا جو بہت فاضل تھا... اس سے پوچھا کہ یہ لفظ کیا ہے؟

وہ دیکھتے ہی جھومنے لگا.... اور "واہ واہ" کے نعرے لگانے لگا، میں نے چند لمحے تو انتظار کیا (کہ جھوم لے)، مگر اس کی داد ختم نہ ہوتی دیکھ کر میں نے کہا، عجیب آدمی ہے...... میں انتظار میں ہوں اور آپ اپنے آپ ہی لطف لے رہے ہیں.... مجھے بھی تو علم ہو کہ کیا معنی ہیں....؟

پھر اس نے بتایا کہ شاہ جیؒ! یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے...... "نِرادھار" اور...... یہ اس ذات پر بولا جاتا ہے.... "جس کا کام کسی بن نہ اڑے، اور جس بن کسی کا کام نہ بنے....!"

فرمایا: تب مجھے تسکین ہوئی اور یوں محسوس ہوا جیسے گم کردہ متاع عزیز ہاتھ آگئی ہو۔

# وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار

حضرت شاہ جیؒ کے یہاں مشاہیر علمارکرام جن میں استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بھی تشریف فرما تھے.....

شاہ صاحب نے استفسار فرمایا:

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار

کے کیا معنی ہیں؟ سب حضرات نے عام معنی بیان فرمائے کہ "موت دے ہمیں ساتھ نیکوں کے"۔

بخاری صاحبؒ نے فرمایا اور کچھ؟

سب نے سکوت اختیار فرمایا!

پھر شاہ جیؒ نے اپنے مخصوص انداز میں (ملتانی زبان میں) اس آیت کریمہ کا ترجمہ یوں فرمایا: "تے پوری پا ساڈی نال نیکاں دے" (اور ہمیں ساتھ نیکوں کے نجات یافتہ کردے)

بس ان معانی پر علمارکرام عش عش کر اٹھے اور ہر جانب سے سبحان اللہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔

مولانا خیر محمد صاحب مرحوم نے فرمایا: ماشاءاللہ شاہ جیؒ یہ آپ کا ہی حصہ ہے آپ نے بالکل لفظی اور لغوی لحاظ سے صحیح معنی فرمائے ہیں اور کلام اللہ کا مقصود بھی یہی ہے!

حاضرین دیر تک ان معانی کو دہرا دہرا کر لطف اندوز ہوتے رہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے؟

# شاہ جیؒ کا خلوص

۱۹-۴-۶۱ کو خدام شاہ جیؒ کی خدمت میں ملاقات کے لئے جمع تھے اور مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے سالانہ جلسہ کی رُوداد بیان کرتے ہوئے ایک دوست نے عرض کیا: علمائے کرام نے عیسائیت کی روز افزوں کھلم کھلا تبلیغ پر اظہار تعجب کیا اور اپنی تقاریر میں تثلیث پرستوں کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیئے۔

شاہ جیؒ نے فرمایا:

عیسائیت کا شکار زیادہ تر ہندوستان میں شودر اقوام ہوئی ہیں، ہندو مذہب کی بنیاد اُونچ نیچ پر ہے اور شودر اقوام سے ہندوستان کا سلوک انسانیت سوز تھا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے بھی ان کے ساتھ چھوت چھات کا غیر اسلامی برتاؤ کیا، اگر مسلمان انسانی مساوات کا عملی ثبوت دیتے تو شودر اقوام عیسائیت کا شکار نہ ہوتے۔ بلکہ حلقہ بگوش اسلام ہو کر عیسائیت کی شکارگاہیں ختم کر دیتے، پھر فرمایا: جالندھر شہر میں خیر المدارس کا جلسہ تھا، میں بھی گیا، قیام گاہ میں داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ نظر پڑا، حسب ضرورت اس میں سامان رکھ دیا، پانی کی ضرورت تھی، لوٹا اٹھایا، باہر دیکھا تو ایک آدمی کافی دُور کھڑا نظر آیا، اسے اشارہ کیا، قریب آیا تو میں نے پوچھا:

تمہارا نام — ؟

اس نے کہا: "پرتھی"!

میں نے کہا:

لوٹا پانی کا لادو!

وہ کہنے لگا: ..... جی میں چوہڑا ہوں.....

میں نے کہا: آدمی تو ہو....؟

اس نے سہمے ہوئے جواب دیا.... جی..... نہیں ؟

بس اس کی یہ "جی نہیں" مجھے تیر کی طرح لگی، میں نے پانی منگوایا، ایک رضاکار سے، صابن سے کر اس کے ہاتھ دھلوائے.... اتنے میں کھانا آگیا....

میں نے اسے کھینچ کر دسترخوان پر بٹھایا اور کہا: "کھانا کھاؤ"!

وہ کانپ رہا تھا..... دسترخوان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تھا..... میں نے لقمہ اٹھا کر اس کے منہ میں ڈالا...... اتنے میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور مولانا سید داؤد غزنویؒ تشریف لائے اور واقعہ معلوم کرکے کھانے میں شریک ہوگئے۔

"پرتھی" نے سہمے ہوئے انداز میں اسی پیالہ سے چند لقمے کھائے جس سے کہ مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور مولانا داؤد غزنویؒ (رحمۃ اللہ علیہما) کھا رہے تھے..... اور پھر چلا گیا۔

شام کے وقت ہم صحن میں بیٹھے تھے.... دیکھا کہ ایک آدمی، ایک عورت چند بچے نہا دھو کر اجلے کپڑے پہنے ہوئے آرہے ہیں.....قریب آئے تو دیکھا کہ.... وہی دن والا "پرتھی" تھا۔

میں نے کہا:

"پرتھی"! کیسے آئے ہو؟

جواب دیا: جی تنہا نہیں بیوی اور بچے بھی ساتھ لایا ہوں!.... ہم سب کو کلمہ پڑھا دیجئے!

چنانچہ سارا خاندان مسلمان ہوگیا!

# دل کی بھی صفائی کردو

پٹیالہ شہر میں جلسہ تھا؛ مولانا عبدالجبار صاحب ابوہری بھی شریک جلسہ تھے جلسہ ایک بڑی عمارت کی چھت پر تھا، جس پر تقریباً دو ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے! سیڑھیاں اتنی فراخ تھیں کہ بیک وقت کئی آدمی اُتر چڑھ سکتے تھے، میں جلسہ گاہ میں جانے کے لئے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا، اُوپر دیکھا تو ایک نوجوان نیچے اُتر رہا ہے رنگ سانولا، ہلکی ہلکی ڈاڑھی، جسم کے لحاظ سے نہایت تنومند اور خوبصورت نوجوان میں سمجھا کہ سکھ ہے، قریب آیا تو پوچھا میں نے؛

برخوردار! کون ہو؟

کہا: جی ہم صفائی والے ہیں!

میں نے پکڑ کر گلے لگا لیا..... اور کہا ذرا یہاں کی صفائی بھی کرتے جاؤ! (سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) وہ نیچے چلا گیا.... اور میں جلسہ گاہ میں چلا گیا۔

آدھ گھنٹہ بعد مولانا عبدالجبار صاحب تشریف لائے.... تقریر کسی اور صاحب کی ہو رہی تھی.... میں اسٹیج پر بیٹھا تھا.... مولانا نے آتے ہی فرمایا؛

شاہ جی! اُسے کیا کر آئے ہو؟

میں نے حیرت سے پوچھا: بھائی! کسے؟

کہا: صفائی والے کو؟

میں نے کہا: کچھ بھی نہیں!

مولانا نے کہا:

وہ سڑک پر بے قرار و مضطرب تڑپ رہا ہے اور کہتا ہے:

شاہ جیؒ سے کہو مجھے مسلمان کر دیں.....!

چنانچہ وہ جلسہ گاہ میں لایا گیا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔

"اسلامی مساوات" کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے! عیسائی مبلغ جس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے! اللہ تعالیٰ انسانیت نوازی کا یہی جذبہ اور اندازِ دلربائی دین کے ہر مبلغ کو عطا فرمائے۔ آمین۔

---

## امیرِ شریعتؒ

حضرت بخاری صاحبؒ کی شخصیت ان کی تقریر کی تصویر تھی، وہ فرماتے تھے کہ الحمد للہ میں نے آج تک وہ نہیں کہا جو نہیں کیا .... حضرت شاہ جیؒ عوام میں حسنِ بیان اور ہمدرد و مونس ہونے کی وجہ سے محبوب تھے تو علماء اور صوفیاء میں تبحرِ علمی اور اتباعِ شریعت کی وجہ سے محبوب تھے۔

چنانچہ "انجمن خدام الدین" کا سالانہ جلسہ ۱۹۳۰ء میں منعقد ہوا اور اس عظیم اجتماع میں جس میں کہ مشاہیر علماء کرام اور صوفیاء عظام بھی شریک تھے۔ حضرت شاہ جیؒ نے حجت الاسلام علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری قدس سرہٗ کی صدارت میں ایسی بصیرت افروز تقریر فرمائی اور علم و عمل کا وہ اعلیٰ امتزاج پیش کیا کہ حضرت علامہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر آپ کو امیرِ شریعت منتخب کیا گیا اور پانچ سو علماءؒ نے بیعت کی جن میں مولانا ظفر علی خان مرحوم و مغفور بھی شامل تھے۔

اب کہاں دنیا میں ایسی ہستیاں

# تاثیر بیان

۱۹۲۷ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس دلیپ سنگھ نے مہاشہ راجپال ملعون کو قانون کے اصطلاحی سقم پر رہا کر دیا جس پر ایک ایسی کتاب نشر کرنے کا مقدمہ چل رہا تھا جس میں رحمتِ عالم محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کافرانہ اور دشمنانہ مواد اور ناشائستہ تحریر تھی اس کتاب کا نام ہی اتنا بے ہودہ ہے کہ زبان وقلم بولتے اور لکھتے ہوئے کانپ اٹھتے ہیں۔ مسلمانوں کے دلوں میں اس ملعون کے لئے حد درجہ نفرت کے جذبات تھے اور مسلمان چاہتے تھے کہ اس شیطان کو اس رذیل حرکت کی پاداش میں ہر حال کیفرکردار تک پہنچایا جائے۔ مگر اس کی رہائی کی خبر سے مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ انہوں نے ایک جلسۂ عام کرنا چاہا تو لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اوگلوی نے دفعہ ۱۴۴ لگادی۔

حضرت شاہ جیؒ نے شاہ محمد غوث کے بالمقابل احاطہ عبدالرحیم میں جلسہ کے انعقاد کا فیصلہ فرمایا اور اس فقید المثال جلسہ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ مرحوم اور مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ بھی شریک ہوئے۔

احاطہ کے دروازہ پر مسلح پولیس کا پہرہ تھا اور شاہ جیؒ نے تقریر شروع کی:۔

آج .... آپ لوگ جناب فخر رسل ہادی کل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں .... آج جنسِ انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔

آج .... مفتی کفایت اللہؒ اور مولانا احمد سعیدؒ صاحب دہلوی کے دروازہ پر اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آئیں اور فرمایا کیا ہم تمہاری مائیں نہیں ؟

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں ..... گالیاں دی ہیں ؟
(پھر اس زبردست گرج کے ساتھ لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا)
ارے دیکھو تو !
اماں عائشہؓ دروازہ پر تو نہیں کھڑی ہیں .... ؟
(جلسہ ہل گیا، کہرام مچ گیا، لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے، اور لوگوں کی نگاہیں بیساختہ دروازہ کی جانب اٹھ گئیں ۔)

پھر فرمایا،
دیکھو دیکھو .... سبز گنبد میں رسول اللہؐ تڑپ رہے ہیں، خدیجہؓ، وعائشہؓ پریشان ہیں ---- امہات المومنینؓ آج تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں...... عائشہؓ پکارتی ہیں ...... وہی عائشہؓ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) پیار سے حمیراؓ کہہ کر پکارتے تھے جنہوں نے حبیب کبریاؐ کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی .... ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ ! ... سچے بیٹے..... ماں کی ناموس کے لئے کٹ مرا کرتے ہیں ۔

آخر راجپال معلون قتل کر دیا گیا اور جس ناموس کا تحفظ قانون نہ کر سکا.... اس کی حفاظت ایک مسلمان کے خون نے کر لی ..... غازی علم الدین شہیدؒ نے جان دے کر اور جان لے کر یہ فرض ادا کیا ۔ اللھم ارحمہ وارزقنا اتباعہ

مقدمہ قتل میں غازی علم الدین عدالت میں پیش ہوئے تو وکلاء صفائی نے علم الدین سے کہا اگر تم اپنے بیان میں صرف اتنا کہہ دو جج کے سامنے کہ میں نے راجپال پر جب حملہ کیا تو غصے میں پاگل ہو چکا تھا مجھے ہوش نہ تھا تو تیری جان بچ سکتی ہے علم الدین نے برجستہ کہا ۔ نہیں ساری زندگی پاگل پن اور بے ہوشی میں گزار دی یہی لمحہ تو ہوش کا تھا جو رسولِ اکرمؐ کی عزت وناموس کے کام آ گیا ۔ اب جیتی ہوئی بازی کیوں

## خیر و شر

تقسیم ملک کے بعد حضرت امیر شریعتؒ خان گڑھ (ضلع مظفر گڑھ) تشریف لائے تھے
حضرت مولانا علامہ دوست محمد صاحب قریشیؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی شاہ جیؒ کو
دیکھتا افسردہ خاطر نظر آتے اور چہرہ پر حزن و ملال کے تاثرات نمایاں ہوتے۔ میں نے
پوچھا:۔

حضرت جب میں دیکھتا ہوں آپ محزون و کبیدہ خاطر نظر آتے ہیں؟

آہ سرد لی، اور فرمایا:

ہاں بھائی! جس طرف نگاہ اٹھاتا ہوں شر ہی شر نظر آتا ہے.....
دائیں شر ہے، بائیں شر ہے.... آگے شر ہے، پیچھے شر ہے.... صرف ایک
جہت باقی رہ گئی ہے جہاں سے خیر ہی خیر ہے..... دعا کرو کہ وہ
سلسلہ منقطع نہ ہو.....!

---

## طریقِ زندگی

حضرت بخاری صاحبؒ اگر چاہتے تو بلاشبہ شاہانہ طرز زندگی اختیار فرما سکتے
تھے اور اپنا معیارِ زندگی جس قدر چاہتے تونگرانہ بناتے، اگر یہ کہا جائے کہ شاہ جیؒ
اپنا مسکن بھی سونے کا بنوا سکتے تھے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں --- اس لئے کہ حضرت
شاہ جیؒ دلوں کے فرمانروا تھے، جن کے ایک ایمائے خفی پر لاکھوں افراد سرِ تن
مال و زر قربان کرنے کو تیار تھے۔

مگر حضرتؒ کا طریقِ زندگی بالکل سادہ اور فقیرانہ تھا... اسباب کی فراوانی

اور تکلفات کے بندھنوں کو قہر خداوندی سے تعبیر فرمایا کرتے..... افرنگی صوفے ایرانی قالین اور اپنی قوم کا مغربی طرز زندگی انہیں لہو رلاتا..... حاجیوں سے جب عربوں کے حالات اور موجودہ تعیش مندانہ زندگی کے واقعات سنتے تو آپ کو بڑی اذیت پہنچتی..... درد سے فرمانے لگتے:

"کروڑ لعنت ہو اس نطفۂ حرام پر جس سے فرنگی شکل ڈھل کر آتی ہے۔"

دیکھو! عربوں کو کس کثرت سے اسباب عیش و تنعم فراہم کر رہا ہے کہ یہ مشکل پسند و جفاکش شتربان کسی کام کے نہ رہیں..... عیش کوشی، آرزوؤں کا ہجوم، کثرت حاجات، خدا سے بعد کے اسباب شمار فرماتے۔ ایک مرتبہ صوفی شاعر میر کا یہ شعر سے

سراپا آرزو ہونے نے بندہ کر دیا ہم کو
وگرنہ ہم خدا تھے گر دل بے مدعا ہوتا!

پڑھتے ہوئے فرمایا:

حاجتیں جس قدر کم ہو جاتی ہیں، بندہ خدا کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور کوئی حاجت نہ ہو تو..... خدا ہے۔

اپنے بارے میں فرماتے:

اگر میرے ساتھ بیوی، بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں کسی دریا کے کنارے خاک و خس کی کٹیا میں زندگی گزارتا اور وقتِ ضرورت اعداء دین اور دشمنان اسلام پر حملہ آور ہوتا اور پھر اپنی کٹیا میں آ پناہ لیتا..... اور جامی کے یہ شعر زبان پر آ گئے

کلکے زیر ... بالا | نے غم دزد نے غم کالا
گز کے بوریا و پوستکے | دل کے دردمند دوستکے
ایں قدر بس جامی را | عاشق رند و لا اُبالی را

چنانچہ شاہ جیؒ امرتسر میں دو مکان چھوڑ آئے تھے.... جب پاکستان سکونت پذیر ہوئے تو احباب نے مشورہ دیا کہ حضرت! متروکہ مکانات کے الاٹمنٹ کے لئے درخواست دے دیں۔

شاہ جیؒ نے فرمایا:

بھائی! میں نے ساری زندگی مالک حقیقی کے سوا کسی کے سامنے فدوی بن کر درخواست نہیں گزاری..... اب کونسی ایسی ضرورت ہے کہ اپنے مالک سے منہ موڑ کر کسی اور کو (فدویانہ) درخواست دوں کہ مجھے مکان دو....

چنانچہ آپ نے تین کمروں پر مشتمل کرایہ کے مکان میں خوددارانہ زندگی گزار دی مگر دستِ طلب دراز نہ کیا۔ ؎

کمالِ تشنگی میں بھی جگر کا خوں پی لے
کسی کے سامنے دستِ طلب دراز نہ کر!

---

## سستا سودا

ایک موقع پر فرمانے لگے: لوگ تعجب کرتے ہیں کہ میں کہاں سے کھاتا ہوں؟ ہائے اصغرؔ کس وقت یاد آئے؟ ؎

میں رندِ بادہ کش بھی بے نیازِ جام و ساغر بھی
رگِ ہر تاک سے آتی ہے کھنچ کر میری قسمت کی

میرا تو ہمیشہ خدا کی ڈھیری پر ہاتھ رہا ہے، میرا رزق میرے پیچھے دوڑتا ہے کبھی قبول کر لیتا ہوں کبھی رد کر دیتا ہوں، میں تو اپنے اللہ کا کوڑھی ہوں مجھے وہ صرف رزق دیتا ہی نہیں بلکہ میرے منہ میں بھی ڈالتا ہے۔

بے مگس ہرگز نہ باشد عنکبوت
رزق را روزی رساں پر مے دہد

دنیا میں چار چیزیں ہیں محبت کے قابل: مال، جان، آبرو، ایمان۔
جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہئے۔
اور اگر آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال وجان دونوں کو قربان کرنا چاہیئے۔
اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاٗ و افتاد آئے تو مال وجان اور آبرو سب کو قربان کر دینا چاہیئے۔
اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہ جائے تو..... یہ سودا سستا ہے۔

---

## علماٗ کی حقیقی پونجی

دوستوں نے عرض کیا:
شاہ جی! ہجرت کرنے میں آپ کا بہت سارا سامان رہ گیا ہوگا؟
تو فرمایا:
بھائی! دنیوی اسباب کا مجھے کوئی فکر نہیں، غم ہے تو صرف ان کتابوں کا جو رہ گئیں، اور وہی میری متاعِ عزیز تھیں، جس کے پاس (دینی) کتابیں ہیں، اس کے پاس دنیوی اور علمی پونجی ہے اور جو عالم اس پونجی سے محروم ہے اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔
چنانچہ مولانا حکیم محمد عبداللہ مرحوم، راوی ہیں کہ پاکستان کے قیام کو ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے اور ان دنوں واہگہ

کی سرحد پر دونوں ملکوں کے شہریوں کے "تبادلے" کا سلسلہ جاری تھا، اور سکھ تاجر منجملہ اور اشیاء کے نادر و نایاب کتب اسلامی کوڑیوں کے مول فروخت کر رہے تھے۔ یہ گرانمایہ کتابیں مشرقی پنجاب کے اسلامی کتب خانوں کی متاعِ بے بہا تھیں۔

ان خونیں ہنگاموں میں ہزارہا کتابیں نذرِ آتش کر دی گئیں اور کتنی کتابوں کو دریا برد کر دیا گیا، قرآن کریم اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوراق کھلے بازاروں میں روندے گئے۔ (العیاذ باللہ)

بہرحال جو کتابیں محفوظ رہ گئی تھیں اس طرح بیچی جا رہی تھیں، ان کے بیچنے والوں کو کیا معلوم تھا کہ یہ کہاں کے گوہر یکتا ہیں اور ان خریدنے والوں، جمع کرنے والوں نے خدا جانے انہیں کس طرح خریدا اور جمع کیا۔

انہی ایام میں ایک صاحب نے حکیم صاحب موصوف کے لئے دو کتابیں خریدیں، جن میں سے ایک مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن تھی جس کی بارہ جلدیں یکجا مجلد تھیں، اس کتاب کو صرف پانچ روپے میں خریدا گیا حالانکہ اس زمانہ میں یہ تفسیر نایاب تھی اور کم از کم سو، سوا سو روپے سے کم میں نہیں ملتی تھی۔ اور دوسری کتاب "مفردات امام راغب" تھی اس کا شمار بھی نادر کتب میں ہوتا تھا۔

اس کتاب (مفردات امام راغب) کے سرورق پر لکھا ہوا تھا:

پیشکش منجانب: محمد گلشیر بخدمت گرامی مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مولانا گلشیر رح (شہید) نے یہ کتاب ہدیۃً حضرت شاہ جی رح کو تقسیم سے قبل پیش کی تھی۔ یہ کتاب صرف دو /۲ روپوں کے عوض حاصل کی گئی تھی۔

حکیم صاحب پر جب اس کتاب کا تعلق شاہ صاحبؒ مرحوم سے ظاہر ہوا تو انہوں نے اسے اپنے پاس رکھنا مناسب نہ سمجھا اور لاہور جاتے ہوئے اس کتاب کو ساتھ لیتے گئے تاکہ شاہ جیؒ کی خدمت میں پیش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے وہ مجلس احرار کے دفتر پہنچے جہاں ان دنوں شاہ جیؒ قیام فرماتے تھے لیکن چونکہ شاہ صاحبؒ کہیں باہر تشریف لے جا چکے تھے اس لئے حکیم صاحبؒ نے کتاب کو دفتر کے ایک صاحب کے سپرد کیا اور تاکید کی کہ اسے شاہ جیؒ کے حوالے کیا جائے۔

شاہ جی علیہ الرحمۃ کو جب یہ کتاب ملی تو شدتِ احساس سے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے...... اور پھر آپؒ حکیم صاحبؒ کے اس ایثار کے لئے ممنون ہوئے..... اس واقعہ کا تحیر کن اور ناقابل فراموش پہلو یہ ہے کہ پہلی کتاب یعنی تفسیر "بیان القرآن" بھی حضرت شاہ جیؒ ہی کی ملکیت تھی.... یہ کتاب چودہ برس حکیم صاحب موصوف کے پاس رہی اور اس دوران میں انہیں متعدد مرتبہ دیکھنے کا موقع ملا لیکن..... انہیں شاہ جیؒ کی وفات حسرت آیات کے تین چار روز بعد ہی یہ معلوم ہوا کہ اس کتاب کے مالک بھی حضرت بخاریؒ تھے۔ اور یہ راز یوں کھلا کہ تفسیر "بیان القرآن" کی چوتھی جلد جس مقام پر ختم ہوتی ہے وہاں ایک گوشے میں شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے دستِ مبارک سے یہ عبارت منقول تھی۔

احقر عباد اللہ السیّد شرف الدین احمد المعروف بالسیّد
عطاء اللہ بخاری العظیم آبادی
غفر لہ الباری

# عفّت مآب اِنسان

ایک دفعہ نہ جانے کیا موضوع تھا، فرمانے لگے:

بحمداللہ! نفس نے کبھی کوئی جنسی خیانت نہیں کی۔ کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا، کسی کی عصمت کو تاکا نہیں، یہاں تک کہ عمداً نگاہ غلط ہونے کی قسم کھا سکتا ہوں، اگر کبھی دوسروں کی جانب غیر شعوری طور پر نگاہ اٹھی بھی تو اپنی عزت یاد آگئی۔

ہم نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اُٹھایا تھا کہ سر یاد آیا!

عُمر کے آخری برسوں میں عموماً غالبؔ کے اشعار پڑھتے اور سر دھنتے گو آپ کے حافظہ پر بیسیوں اساتذۂ سخن کے کلام کی راہیں کشادہ تھیں لیکن غالبؔ کے ذکر پر فرماتے "ظالم نے دل چیر دیا ہے"۔

شیخ حسام الدین صاحب ملتان گئے تو آپ بان کی چٹائی پر بیٹھے پان بنا رہے تھے.... کہنے لگے رات گئے غالبؔ نے کئی گھنٹے بے چین رکھا...... بانے کس دن کے لئے کہہ گیا تھا۔ ہے (دکھ کے ساتھ)

بے کسی ہائے تمنا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے دلی ہائے تماشہ کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

(اور آبدیدہ ہوگئے)

# مثالی کردار

اس میں کیا شک ہے کہ آپ اوصافِ حمیدہ اور اخلاقِ عظیمہ کا مجسمہ تھے.....
دامنِ عفت کی پاکیزگی اور مقدس زندگی کا شاہ جیؒ کے دشمن بھی اعتراف کرتے تھے، مگر اپنی شخصیت کو ابھارنے کا کبھی خیال تک نہ لاتے تھے، ہمیشہ دوسروں کے محاسن کا بڑی فراخدلی سے ذکر کرتے تھے، خود بینی کے دشمن تھے.....
اکثر فرمایا کرتے تھے:
میں تو گندگی کا ڈھیر ہوں، اللہ میاں نے سفید چادر ڈال کر اوپر عطاء اللہ لکھ دیا ہے۔
ارے بھائی! ہم دوسروں کے عیب کیا دیکھیں ہمیں تو اپنے عیبوں سے فرصت نہیں..... دوسروں کے عیب تلاش کرنا کوئی آدمی کا کام ہے؟
حضرت شیخ سعدیؒ دو باتوں میں دین کا خلاصہ ذکر فرما گئے۔ ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب — دو انداز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر غیر بد بیں مباش — دگر ایں کہ بر خویش خود بیں مباش!

اور اس اصول پر یہ مردِ حق آشنا اس سختی سے کاربند تھا کہ ایک بار شاہ جیؒ سے ایک مشہور غزل گو شاعر جو اپنی شراب نوشی کے لئے مشہور تھے مل کر گئے، حاضرین میں سے کسی مولوی صاحب نے کہا: شاہ جیؒ آپ تو شرابیوں کو بھی منہ لگا لیتے ہیں۔
شاہ جیؒ نے فرمایا کہ تم نے اسے شراب پیتے دیکھا ہے؟ اس نے کہا جی نہیں دیکھا تو نہیں ہے فرمانے لگے: پھر غیبت کیوں کرتے ہو؟
ایک دوسرے صاحب درمیان میں بول اٹھے: شاہ جیؒ میں نے اسے شراب کے نشے میں بدمست دیکھا ہے۔ فرمانے لگے پھر پردہ پوشی سے کام لو۔
ہزار رحمتیں ہوں اس مردِ درویش پر کہ انکے اس طرزِ عمل سے بہتوں نے اصلاح پائی اور دشمن دوست بن گئے۔

## شریف بہادر ہوتا ہے

ایک موقع پر فرمایا : شریف کبھی بزدل نہیں ہو سکتا ، اور کمینہ کبھی بہادر نہیں ہوتا کمینہ پر جب کوئی افتاد آتی ہے تو دشمن کے سامنے ایڑیاں رگڑتا ہے ، اور شریف؟ جب دشمن اس کے قابو میں آتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے ، صرف یہی نہیں بلکہ اسے ماضی کے کسی مخاصمانہ واقعہ پر طعون بھی نہیں کرتا ۔ میاںؐ کی شرافت و بہادری دیکھئے کہ جب حضرت عمرؓ نے ایمان لانے کے بعد عرض کیا :

حضورؐ ! کعبہ میں نماز کیوں نہیں پڑھتے ؟

تو جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا :

تیری قوم نہیں پڑھنے دیتی !

حالانکہ کعبہ میں نماز پڑھنے میں رکاوٹ تو حضرت عمرؓ تھے مگر یہ نہیں فرمایا کہ آپ نہیں پڑھنے دیتے تھے ، تاکہ فاروقؓ کو ندامت نہ ہو ، سبحان اللہ کیا شرافت ہے

---

## استغناءِ درویش

۹ مئی ۱۹۵۸ء کو سابق صدر پاکستان ، سکندر مرزا ملتان کے دورہ پر گئے ۔ انکی خواہش تھی کہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ ان سے گیلانیوں کی دعوت پر ملیں .... انہوں نے ایک مشترکہ دوست مظفر علی شمسی صاحب کو شاہ جیؒ کی خدمت میں بھیجا وہ حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مرزا صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں آپ تشریف لے چلیں ۔

شاہ جیؒ نے فرمایا : شمسی ! تم میرے دوست ہو مگر میں تمہارے کہنے پر عمل

نہیں کر سکتا۔ اگر صدر مرزا کو ملنا ہے تو میرے جھونپڑے پر چلے آئیں .... یہاں آنے سے وہ بھی بلند ہوں گے میں بھی .... لوگ کہیں گے کہ صدرِ مملکت ایک درویش کی کٹیا میں گیا .... اور میں چلا جاؤں تو عمر بھر کی کمائی برباد کر بیٹھوں گا۔

---

## جو بے نیاز کا بندہ ہے
## بے نیاز رہے

حضرت شاہ جیؒ بہاول پور میں تشریف فرما تھے .... نواب آف بہاولپور کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری کو ڈیرہ نواب سے شاہ جیؒ کی خدمت میں بھیجا اور ملاقات کی درخواست کی .... شاہ جیؒ نے سنا تو فرمایا:

فقیر بادشاہوں کے دربار میں نہیں جایا کرتے (بئس الفقیر علیٰ باب الامیر)

پھر مسکرائے اور فرمایا: اب تو ویسے بھی میں ان کی ریاست میں بحیثیت مہمان کے مقیم ہوں! اب یہ معزز میزبان کا کام ہے کہ وہ مہمان کی عزت و توقیر میں پیش قدمی فرمائیں۔

چنانچہ سیکرٹری صاحب کارے کر واپس چلے گئے ...... اگلے روز نواب صاحب بنفسِ نفیس شاہ صاحب سے ملنے آئے ..... اور دس ہزار روپے بطور نذرانہ پیش کئے .... امیر شریعتؒ نے اس خطیر رقم کو قبول کرنے سے معذوری کا اظہار فرمایا اور کہا کہ فقیر کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صبح و شام دو دو روٹیاں مل جاتی ہیں اس سے زیادہ کی خواہش نہیں ... نواب صاحب نے اصرار فرمایا تو ان دس ہزار روپوں میں سے صرف دس روپے (ان کی دلجوئی کیلئے) اٹھائے۔

جو بے نیاز کا بندہ ہے بے نیاز رہے

## ان ہاتھوں سے .....؟

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں جب ملتان جاتا تو حضرت شاہ جیؒ مرحوم سے ملنے ضرور جاتا اور کچھ خدمت بھی کرتا.... میری کوشش ہوتی کہ اظہار نہ ہو.... مگر شاہ جیؒ فرماتے...... مٹھی کھولو! پتہ تو چلے کیا ہے؟ جب دیکھتے تو پھر گرج کر فرماتے:

میرے اللہ! صدقے جاؤں! اپنے درویش کو وہابیوں کے ہاتھ سے دلوا رہا ہے، تیری شانِ رزاقی پر قربان جاؤں!

---

## اب تمہاری خیر نہیں

مولانا موصوف راوی ہیں کہ ایک مرتبہ بریلوی مکتبِ فکر کے کچھ حضرات نے شاہ جیؒ سے شکوہ کیا کہ مولانا غلام اللہ خان بہت سخت ہیں وغیرہ وغیرہ۔

شاہ جیؒ ہنسے اور فرمانے لگے:

ہمیں تم کافر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ گستاخِ رسولؐ ہیں..... ہم تو چپ رہ جاتے تھے.... مگر اب آئے ہو "پٹھان" کے شکنجے میں، اب تمہاری خیر نہیں۔

---

## دارالجواسیس

کشمیر کے تبلیغی دورہ سے مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ میری مسجد میں شاہ جیؒ تشریف لائے، یہ وہ دور تھا جب آپ کے سیاسی حریفوں نے ماحول انتہائی کشیدہ کر رکھا تھا۔

شاہ جیؒ نے نماز ادا کرنے کے بعد فرمایا: رات کی بچی ہوئی سالن ہے؟

میں نے عرض کیا دال ہوگی!

فرمایا: واہ...... لاؤ!

چنانچہ باسی روٹی کے ساتھ بڑے مزے سے دال تناول فرمائی..... اور پھر فرمایا: مجھے تین گھنٹے آرام کرنے دو۔

پھر امرتسر کے لئے ہم ریل کے ذریعے روانہ ہوئے..... دورانِ سفر شاہ جیؒ کی عنبریں گفتگو نے محفل کو زعفرانی بنائے رکھا.... پھر نہ جانے کیا خیال آیا، فرمانے لگے:

مولانا! یہ راولپنڈی جو ہے نا! "دارالجواسیس" ہے.... یہاں کے قلی بھی جاسوس ہوتے ہیں.... محتاط رہا کرو!

# ساحرانہ نگاہ

اللہ تعالیٰ نے دین کے اس قابلِ فخر مبلغ کو جس فیاضی سے "قادر الکلامی" کی دولتِ گرانمایہ سے نوازا تھا، وہ تو باطل و ارتداد کے لئے گویا قدرت کا انتقام تھا۔ شاہ جیؒ بولتے نہیں تھے بلکہ ایوان ہائے باطل پر بم پھینکتے تھے، ان کی تقریر باطل پر یلغار تھی، جس نے مرزائیت کے (فراڈ) قلعے کو تہس نہس کر دیا اور برطانوی مکروفریب کے دین دشمنی کے اڈے تباہ کر کے رکھ دیئے مگر حسنِ صوت کے ساتھ ساتھ اللہ نے شاہ جیؒ کو حسنِ صورت، ذاتی وجاہت اور پرشکوہ عظمت سے مالا مال کیا تھا ......!

چنانچہ ایک مقام پر شاہ جیؒ تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاں پر ایک بہت بڑا بااثر رئیس مرزائی تھا .... اس نے اپنے حلقۂ اثر و رسوخ میں یہ منصوبہ بنا رکھا تھا کہ جب سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جلسہ میں تقریر کرنے کھڑے ہوں تو تم شور مچا دینا اور آپس میں بحث و کلام میں ماحول کو کشیدہ بنائے رکھنا۔ لہٰذا شاہ صاحبؒ کی بات کوئی نہیں سُن پائے گا اور ان کا جلسہ ناکام ہو جائے گا۔

چنانچہ طے شدہ پروگرام کے مطابق جلسہ کے مختلف مواضع میں گروہ گروہ کی شکل میں اس نے اپنے آدمی بٹھا دیئے جنہوں نے جلسہ میں شور مچانا شروع کر دیا۔

چونکہ صاحب دعوت ایک مفلس مسلمان تھا لہٰذا اس کی اس رئیس کے مقابلہ میں دفاعی کوششیں ناکام ہو رہی تھیں ..... اجتماع بہت بڑا تھا .... انسانوں کے بحرِ مواج میں ایک طوفان بپا ہے، شور و غوغا کی خوب معرکہ آرائی ہے کہ ایک طرف سے کسی نے کہا..... وہ آ گئے ..... شاہ جیؒ ..... بخاری صاحبؒ ..... بس پھر یہ کیفیت تھی کہ جیسے یہاں شاہ جیؒ کے سوا کوئی اور متنفس نہیں ... اور ایک بے آب

دگیاہ چٹیل میدان ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں، ہر طرف سناٹا اور ایک گہرا سکوت طاری ہے کہ ایک جانب سے وہ مسکراتے ہوئے نمودار ہوئے اور مجمع کو چیرتے ہوئے اسٹیج پر پہنچے ..... پھر چاروں طرف نگاہِ مست انداز سے دیکھا.....! باوقار پرشکوہ اور رعنا شخصیت، حسن و نور کا پیکر جس کا چہرہ مہر و ماہ تابناک، روشن چمکتا دمکتا ہوا..... شمع کی مانند روشن اور جائزہ لیتی ہوئی آنکھیں جن سے غیرت، و خودداری اور کامل اعتماد کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں ۔ جبیں پر فکر و تدبر کی سلوٹیں اور رخساروں پر عفت و حیا کی سُرخی، سر پہ دودھ سے دھلے ہوئے سفید و گھنگھریالے بالوں کا خوبصورت تاج عظمت و وقار کا آئینہ دار، ستاروں اور کلیوں کی طرح مسکراتے ہوئے ہونٹ جن کی جنبش کے لئے ہزاروں دل مضطرب...... جو مخالف ہو کر آئے تھے ان کے جسم تو ان کے ہی پاس تھے مگر دل و دماغ اور قوت فیصلہ پر اب شاہ جیؒ کا قبضہ ہو چکا تھا۔

اقلیم خطابت کا فرمانروا جس کے جوشِ خطابت کے آگے پہاڑوں کے دل دہل جاتے، جس کی ادنیٰ للکار نے کئی تحریکوں کو جنم دیا.... بولتا گیا اور جی بھر کے بولتا گیا.... بیان میں فکر و تخیل کا یہ عالم کہ جیسے شاہجہان کے ذہن میں تاج محل کا نقشہ مرتب ہو رہا ہے یا ابوالہول کی آواز اہرامِ مصر سے ٹکرا رہی ہے۔

آخر بفضل اللہ تعالیٰ جلسہ کامیاب و کامران اپنے وقت پر اختتام پذیر ہوا، اور وہ (مرزائی) رئیس تقریر کے بعد شاہ جیؒ سے ملنے کو آیا اور کہا سید صاحب میں آج آپ کا جلسہ ناکام کرنے آیا تھا لیکن آپ نے جب اسٹیج پر آتے ہی مجمع پر دشیر کے سے انداز میں کفر سوز) نگاہ ڈالی تو ہماری زبان گنگ ہو گئی..... اور پھر آپ کے قرآن کی حلاوت میں ڈوب کر رہ گئے۔

شاہ جیؒ مسکرائے اور فرمایا:

ہاں خان صاحب خدا کی جانب سے ناکامی نہ ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

تیری جُدا پسند ہے میری جُدا پسند
تجھ کو خودی پسند ہے مجھ کو خدا پسند

---

# مال مسروقہ

کسی تقریر کے دوران شاہ جیؒ سے (تحریراً) سوال کیا گیا کہ جی یہ رافضی کہتے ہیں اہل سُنت حضرات نے سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔

شاہ جیؒ نے فرمایا:

جہاں تک تاریخی حقائق کا تعلق ہے تو یہ بات انہیں کی کتابوں سے واضح ہو جاتی ہے کہ بوسہ گاہِ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؓ حضرت حسینؓ کو کربلا بلانے والے اور پھر دھوکہ سے بیعت کرنے والے پھر اپنے عہد کو توڑ کر ابن زیاد کی فوج سے ل کر نہایت شقاوت و بدبختی سے حبیب کبریاؐ کے نواسےؓ کو شہید کرنے والے شیعہ حضرات تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ چودھویں صدی کے تھے.... بہر حال تھے تو شیعہ..... رہی یہ بات کہ چور کون ہے تو یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی چوری ہو جاتی ہے تو شرعاً، عقلاً اور حکماً چور وہی ہوتا ہے جس کے گھر سے چوری (مال مسروقہ) برآمد ہو..... واقعی ملتِ اسلامیہ کے لئے یہ سانحہ بڑا المناک ہے کہ میدانِ کربلا میں آلِ رسولؐ کے دشمنوں نے گلستانِ نبویؐ کے گلہائے رنگین چرائے اور ان کے ساتھ تابوت اصغرؓ و اکبرؓ کے سر مبارک حضرت عباسؓ کے بازو اور امامِ مظلومؓ کا گھوڑا (دلدل) بھی چرا لیا۔

اب مقدمہ اسلامی عدالت میں دائر ہے جس کے پاس یہ مذکورہ بالا چیزیں برآمد ہوں گی وہی ظالم چور ہو گا۔ چاہے وہ خود بچنے کے لئے یہ الزام کسی اور کے

سر تھوپنے۔ اگر یہ چیزیں دیکھنی ہوں تو ...... رہنمائی میں کر دوں کہ محرم الحرام کے اول عشرہ میں کسی امام باڑے میں چلے جائیے اور دیکھئے کہ یہ چیزیں وہاں ہیں یا نہیں اگر ہیں تو.... بس بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ چور یہی ہیں..... چاہے وہ اس جرم کو چھپانے کے لئے شور و غوغا کریں (سینہ کوبی بھی کریں) اور اپنے آپ کو آلِ رسولؐ کا خیر خواہ اور محب ثابت کرنے کی کوشش کریں ...... مگر کشتوں کا خون کیسے چھپے گا۔ ع

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

---

# دل والے

بخاریؒ کی انجمن آباد ہے.... علماء طلباء، خواص و عام شاہ جیؒ کے اردگرد گھیرا ڈالے بیٹھے ہیں اور یہ مردِ دُرویش ان میں ایسے محوِ کلام ہے، جیسے شفیق باپ اپنے بچوں میں، یا ہمدرد استاد اپنے تلامذہ میں، کہ کسی نے دورانِ گفتگو عرض کیا:

شاہ جیؒ یہ کچھ دوست مل والے آپ سے ملنے آئے ہیں!

آپ نے برجستہ فرمایا:

بھائی مل والے بھی خوش رہیں مگر کسی دل والے کی بات کرو..... مل والے مجھ فقیر سے کیا لینے آئے ہیں؟

اسی طرح شاہ جیؒ لطیف اشاروں میں دقیق مفہوم سمجھا جاتے تھے۔

---

## تلوار و قلم

حضرت بخاری صاحبؒ تحریر کے سخت مخالف تھے .... یہی وجہ ہے کہ انہوں نے زندگی بھر میں کوئی مضمون نہیں لکھا، وہ خط بھی شاذ ہی لکھتے .... وہ فرماتے تھے کہ جب سے حافظہ کی جگہ تحریر نے لے لی ہے معنویت نہیں رہی۔

وہ خود ایک بڑے آدمی تھے لیکن اپنے عہدے کے کسی بڑے آدمی سے ان کی مطلق خط و کتابت نہ تھی۔ وہ فرماتے انسانی سوسائٹی میں سب فتنے تحریر سے پیدا ہوئے ہیں..... تلواروں نے انسانوں کے جسموں کو قتل کیا ہے، اور قلم نے انسانوں کی روحیں فنا کر ڈالیں۔

---

## گستاخ آنکھیں

فرمایا: حضرت مہر علی شاہ صاحبؒ کا یہ شعر پڑھا تو کئی دنوں تک تڑپتا پھڑکتا رہا اور پھر عمر بھر لوگوں کو اس سے تڑپاتا پھڑکاتا رہا.... کئی نعتیہ دیوانوں پر تنہا یہ شعر بھاری ہے:۔

کتھے مہر علیؒ کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں؟

(کہاں آپؐ کی ثنا و توصیف اور کہاں مہر علیؒ
یہ گستاخ آنکھیں کہاں جا لگی ہیں؟)

یہ شعر پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ جو شاہ جیؒ کے مرشدِ اوّل ہیں، نے حضور علیہ السلام کے عشق میں ڈوب کر کہا۔

پھر شاہ جیؒ نے فرمایا:

"گستاخ اکھیں" یہاں اس طرح لگی ہیں کہ کائنات کی حیا کا بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے اس شعر پر سوچتے جائیے اور پڑھتے جائیے معانی کا ایک بازار آراستہ ہوتا چلا جائیگا پھر یہ رونق کبھی اور کسی وقت بھی کم نہ ہوگی۔ میں نے لوگوں کو اس (شعر) پر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپتے اور لوٹتے دیکھا ہے بلکہ سیرت کے جلسوں میں تو لوگوں کی ہیئت کذائی ہی بدل ڈالی اس شعر نے۔

---

## ہوئے مر کے ہم جو رسوا

سائمن کمیشن کے سلسلہ میں الہ آباد میں جو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت پنڈت موتی لال نہرو (جواہر لال نہرو کے والد) نے کی، شاہ جیؒ کو اس اجلاس میں بطور خاص دعوت دی گئی تھی ... اجلاس شبینہ میں بڑے بڑے نامور مقررین نے دھواں دھار تقریریں کیں..... پنڈت موتی لال نہرو نے سب مقررین کو وقت پہلے اس لئے دیا کہ وہ جانتے تھے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر کی حدود سپیدۂ سحر سے جا ملتی ہیں.... اس لئے جب سب مقررین بول چکے تو آخر میں شاہ جیؒ کا نام پکارا گیا..... مگر پہلی تقریریں اتنی مفصل ہو چکی تھیں کہ بظاہر اس عنوان پر کوئی نقطہ باقی نہیں رہا تھا..... شاہ جیؒ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ اتنے میں سائمن کمیشن کے خلاف ایک احتجاجی جلوس بھی جلسہ گاہ میں آگیا..... لوگوں نے سائمن کمیشن کی ارتھی کندھوں پر اٹھا رکھی تھی..... جسے دیکھتے ہی شاہ جیؒ کو تقریر کا سرآغاز ہاتھ آگیا۔ انہوں نے حاضرین کو مخاطب کیا اور پھر ارتھی کی طرف اشارہ کر کے مخصوص لب و لہجے میں بولے: ؎

ہوئے مر کے تم جو رسوا ؟
ہوئے کیوں نہ غرق دریا ؟
نہ کہیں جنازہ اُٹھتا
نہ کہیں مزار ہوتا !!

اِدھر الفاظ شاہ جیؒ کے ہونٹوں سے جُدا ہونے ، اُدھر موتی لال نہرو کرسیٔ صدارت سے اچھل پڑے .... اور سامعین میں بھی بخاریؒ زندہ باد..... کا غلغلہ ہونے لگا .... بس پھر کیا تھا ؟ اسی شعر کی اساس پر انہوں نے خطابت کے وہ جوہر دکھائے کہ مجمع لوٹ پوٹ گیا .... اشعار کی برجستگی سے آشنائی جو شاہ جیؒ کو تھی بہت کم کسی کو نصیب ہوئی ۔

## طنز و مزاح کے رُوح افزا اقتباسات

# خیالِ یار

۱۹۳۸ء میں بہار گنج (بھارت) میں ایک عظیم الشان جلسہ سے شاہ جیؒ خطاب ہیں، اِدھر شاہ جیؒ قرآن مجید کی بارش برسا رہے ہیں، اُدھر بادل کو بھی رَنگ آیا کہ (رحمت کی) چند بوندیں میں بھی برسادوں چنانچہ رات کے سناٹے میں حضرت امیر شریعت کی وجد آفریں لحنِ حجازی میں قرآنی آیات سامعین کو مسحور کئے ہوئے ہیں..... اُدھر اوپر سے بادل نے تھوڑی سی مداخلت کر دی.....

میٹھی میٹھی سی پھوار پڑنے لگی .... شاہ جیؒ بھی لہرا گئے.... فرمایا:

واہ! اسی کا قرآن.... اسی کی باران .... پانچ سات منٹ بعد یہ پھُوار ذرا تیز ہونے لگی، تو موسم کا یہ رنگ دیکھ کر لوگ کسمسائے، مگر اٹھا کوئی نہیں۔

شاہ جیؒ کی تقریر جاری تھی، گو بوندیں شاہ جیؒ کے اوپر بھی پڑ رہی تھیں، لیکن وہ تقریر کے ساتھ لوگوں کی ذہنی کشمکش سے بھی لطف اٹھانے پر تلے ہوئے تھے بارش کا زور ذرا سا بڑھا تو دو ایک آدمی اٹھے، انہیں اٹھتا دیکھ کر شاہ جیؒ جوش میں آگئے، اور فرمایا:

دِلّی والو! بس اتنے مرد ہو کہ ذرا سی بارش سے گھبرا گئے اس برتے پر تم سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سُننے کے لئے آئے تھے؟

ارے ...... عطاء اللہؒ کی تقریروں میں تو تمہیں انگریزوں کی گولیاں کھانی

پڑیں گی اور تم ہو کہ ان دو چار بوندوں سے گھبرا کر بھاگنے لگے .... یاد رکھنا! اگر بھاگ گئے تو پھر کبھی پہاڑ گنج کا منہ نہیں دیکھوں گا !

ارے ہاں........ یاد آیا !

تم بھی سچے ہو !.... وہ خیالِ یار آگیا ہوگا نا .... جیب میں رکھے ہوئے نوٹ .... کہ کہیں بھیگ نہ جائیں..... ؟

ان الفاظ کا شاہ جیؒ کے منہ سے نکلنا تھا کہ لوگ دب کر بیٹھ گئے اور جلسہ کا رنگ ہی اور ہوگیا ..... بارش آخر تھم گئی .... لوگ ہاتھ کی لکیروں کی طرح جمے بیٹھے رہے اور شاہ جیؒ کی قرأت میں زیادہ سوز ، لہجہ میں زیادہ درد آگیا۔

وہ دن کہاں گئے وہ زمانے کدھر گئے ؟

---

## کرسئ صدارت پر ڈنڈا

حضرت شاہ جیؒ کچھ مدت اپنے تبلیغی دورہ میں ڈنڈا ساتھ رکھتے تھے اور اسی ڈنڈا دوستی کی وجہ سے پنجاب کے دیہاتوں میں آپؒ ڈنڈے والا پیرؒ مشہور تھے

تقسیم سے قبل انبالہ میں انجمن تبلیغ اسلام کے سالانہ جلسہ میں شاہ جیؒ بھی مدعو تھے ۔ چونکہ انجمن کے اغراض و مقاصد محض تبلیغ اسلام تک محدود تھے اس لئے انجمن کا سیاسیات سے بالکل کوئی تعلق نہ تھا ، انجمن کے صدر میر غلام بھیگ نیرنگ نے حضرت شاہ جیؒ سے قول لے لیا تھا کہ آپ کی تقریر محض تبلیغی اور مذہبی ہوگی اور آپ کو سیاسیات سے بہرصورت دامن بچانا ہوگا لیکن شاہ صاحب بھلا کہاں تھے چوکنے والے ؟

تقریر کے لیے کھڑے ہوئے تو ہیر پھیر کر آخر سیاست پر آہی گئے اور زناوینہ

بیان پوری طرح فرنگی اقتدار کے خلاف پھیر دیا۔ میر صاحب مرحوم (جو جلسہ کی صدارت کر رہے تھے) نے جو دیکھا کہ برطانوی حصار پر بم گرائے جا رہے ہیں تو کرسیٔ صدارت چھوڑ کر غائب ہو گئے۔

دورانِ تقریر شاہ جیؒ نے جو مڑ کر دیکھا تو صدر صاحب کرسیٔ صدارت سے غائب تھے.... ہنسے اور فرمایا:

اچھا.... بھاگ گئے؟

اب تم صدارت کرو میرے بھائیؒ!

یہ کہہ کر اپنا موٹا سا ڈنڈا کرسیٔ صدارت پر رکھ دیا۔

---

## قربانی کے بکرے

مسلم کانفرنس کے ٹوڈیوں کا زمانہ تھا.... کسی تحریک میں لوگ جیل جا رہے تھے، شاہ جیؒ ایک جلسہ میں مولانا ظفر علی خان مرحوم کی زیر صدارت تقریر کر رہے تھے۔ "زمیندار" (اخبار) کی ضبطی پر چندہ کی فراہمی کا ذکر آگیا.... ایک شخص نے دُور سے کہا:

جی شاہ صاحبؒ یہ چندہ کھا جاتے ہیں!

شاہ جیؒ نے برجستہ فرمایا:

بھائیؒ! چندہ کھا جاتے ہیں، سؤر تو نہیں کھا جاتے (زبردست قہقہہ) مجمع زعفرانی ہوگیا۔ مزید فرمایا: اِن تنظیموں کو چندہ دو.... یہ لوگ "قربانی کے بکرے" ہیں۔ کھائیں گے تو جیل جائیں گے..... پھانسی چڑھیں گے۔

قربانی کے بکروں کو بھوکا مارنا چاہتے ہو؟

## کھاتے جاؤ، پیتے جاؤ!

ایک وکیل صاحب نے عرض کیا:

شاہ جیؒ! علماء کرام تعبیر و تاویل میں یدِطولیٰ رکھتے ہیں... کوئی ایسا نسخہ بتائیے کہ آدمی کھاتا جائے اور پیتا بھی جائے مگر روزہ نہ ٹوٹے۔

شاہ جیؒ نے فرمایا:

بھائی سہل ہے! ابھی تجویز ہوگیا، کاغذ قلم لو اور لکھو!

ایک ایسا مرد چاہیئے جو اس وکیل صاحب کو طلوع فجر سے غروب شمس تک جوتے مارتا جائے .... پوری قوت سے مارتا جائے .... یہ وکیل صاحب جوتے کھاتے جائیں..... اور غصہ پیتے جائیں..... بس یوں جوتے "کھاتے جاؤ" غصّہ "پیتے جاؤ"، روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

سر بھی سلامت، روزہ بھی بخیر!

---

## امرُاللہ...... تو مفعول ہے

تبلیغی سلسلہ میں ڈیرہ غازیخان کے ایک علاقہ میں تشریف لے گئے تو وہاں کے مقامی احباب حضرت شاہ جیؒ کی زعفرانی مجلس میں رات کو کثرت سے شریک ہوئے، اور حاضر ہونے والوں میں ایک امرُاللہ خان صاحب بھی تھے۔ جو وہاں اپنے علاقہ میں طنز و مزاح میں بڑے مشہور تھے، اور شاہ جیؒ کی برجستہ گوئی و حاضر جوابی کا چرچا سُن کر آئے کہ آج بخاری صاحبؒ سے دو دو ہاتھ ہو جائیں .... جب وہ کمرہ میں داخل ہوا اور شاہ جیؒ سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھا تو پہلے سے موجود حاضرین میں سے

کسی نے تعارف کرواتے ہوئے شاہ جیؒ کی خدمت میں عرض کیا:

شاہ جیؒ! یہ "امر اللہ" خان صاحب ہیں.... ہمارے سردار صاحب....!

شاہ جی متبسم ہوئے اور برجستہ فرمایا:

بھائی! "امر اللہ" تو "مفعول" ہے۔

اس پر ایک زوردار قہقہہ پڑا اور دیہات کے دیوانے لوٹ پوٹ ہو گئے شاہ جیؒ نے دیکھا "امر اللہ خان صاحب" ندامت سے سر نیچا کئے کھڑے ہیں.......

فرمایا بھائی! قرآن مجید میں آتا ہے: وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۔ میں نے تو اسی کی بات کی ہے! نہ جانے ان لوگوں نے کیا سمجھ لیا ہے اور انہیں کیا ہو گیا ہے؟

خان صاحب (امر اللہ خان) کہنے لگے:

سید صاحب! مار دیا!..... میں تو آج تیار ہو کر آیا تھا کہ شاہ جیؒ سے ذرا طنز و مزاح ہو گا!

شاہ جیؒ نے فرمایا:

اچھا! تو یہ بات ہے؟ پھر خان جی بات یہی ہے کہ "امر اللہ".... جو ہے نا.... اللہ کہتا ہے کہ "مفعول" ہے۔

اس پر لوگ دیر تک ہنستے رہے اور بیچارہ "امر اللہ خان" سہما رہا....!

## قہوہ .... بمالاتھوی

شاہ جیؒ کی عادت تھی کہ اپنی چائے کا قہوہ خود بناتے تھے۔ ایک مقام پر تشریف لے گئے تو وہاں حضرت شاہ جیؒ کے ارادت مند نے پہلے سے چائے بنا رکھی تھی۔

شاہ جیؒ کے لئے جب وہاں کے قہوہ ناشناس حضرات قہوہ، دودھ، چینی لائے۔ تو شاہ جیؒ نے فرمایا: بھائی ذرا دیکھنا قہوہ کیسا ہے؟ ..... تو قہوہ شاہ جیؒ کے مزاج کے خلاف تھا.... مزاحاً عرض کیا: شاہ جیؒ! قہوہ — بمالا تھوی! اس پر مسکرائے اور میزبان کی دلجوئی کے لئے وہ قہوہ اٹھا کر اندر کمرہ میں تشریف لے گئے اب واللہ اعلم اسی کو ٹھیک بنایا، یا دوسرا بنا کر لائے..... بہرحال نہایت عمدہ قسم کا قہوہ بنا کر تشریف لائے اور پھر فنجان میں ڈالتے ہوئے فرمایا:

فَاقِعٌ لَّوۡنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيۡنَ ؟

---

## جی بیتُ المقدس!

شہر مظفر گڑھ کے ایک دوست حضرت شاہ جیؒ سے جیل میں ملاقات کے لئے تشریف لائے اور ملتے ہوئے عرض کیا:

قبلہ بخیریت ہیں آپ؟

شاہ جیؒ نے فرمایا: جی بیتُ المقدس!!

اس نے شرماتے ہوئے عرض کیا: جی میں بیت المقدس تو ..... نہیں ہوں!

تو آپؒ نے فرمایا کہ پھر میں قبلہ...... کہاں ہوں؟

# مُردے سُنتے ہیں؟

جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں حضرت شاہ جی تشریف لے گئے، تو وہاں ان دنوں "سماعِ موتیٰ" کا مسئلہ چلا ہوا تھا۔

اس مسئلہ سے دلچسپی رکھنے والوں میں سے ایک شخص نے پوچھا :

شاہ جیؒ! مُردے سُنتے ہیں ؟

شاہ جیؒ نے خاص انداز سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا :

کیوں ؟ کوئی خاص کام ہے اُن سے ؟

وہ کھسیانہ ہو کر پیچھے ہٹا اور مرجھائے ہوئے انداز میں عرض کیا :

جی کام تو نہیں ! میں مسئلہ پوچھ رہا ہوں۔

شاہ جیؒ نے فرمایا :

تو بس جب آپ مریں گے تو پتہ چل جائیگا کہ مُردے سنتے ہیں کہ نہیں .... ؟ اگر سُنتے ہوں گے تو سُن لینا ! اور اگر نہ سنتے ہوں گے تو چُپ کر کے پڑے رہنا !

پھر آہ سرد لی اور فرمایا :

میاں ! سُنتے ہوں گے جن کی سنتے ہوں گے .... ہماری تو زندہ بھی نہیں سنتے

محفل زعفرانی ہوگئی، حاضرین ہنس پڑے اور مسئلہ ختم ہوگیا .... اور مردِ درویش اپنی ہنگامی زندگی کا ایک المناک باب اس ایک فقرے میں کہہ گیا۔

## وَاعِدُّوا لَهُم ـــــ

راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان میں ایک جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی، ایک چھوٹے سے قد کے آدمی نے شاہ جیؒ سے عرض کیا:

حضرت! یہ تلوار کیوں؟

آپ نے تلوار کو نیام سے نکالتے ہوئے نہایت بارعب اور گرجدار آواز میں فرمایا

وَاعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

ترجمہ:۔ اور تیار کرو ان کے مقابلہ کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تاکہ دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر

وہ بے چارہ یہ سنتے ہی ڈر کے مارے زمین پر دو زانو بیٹھ گیا کہ شاہ جیؒ میرے اوپر حملہ کر رہے ہیں۔ حضرت امیر شریعتؒ نے اسے پیار اور شفقت سے اٹھایا اور فرمایا:

بھائی میں تو آپ کو آپ کے سوال کا جواب دے رہا تھا اور تلوار اٹھانے کا مقصد بتا رہا تھا۔

---

## پورا نام ..... ؟

شاہ جیؒ شاہ پور صدر میں مولانا عبدالکریم صاحب کے یہاں تشریف لے گئے انہوں نے اپنے بچے کو حاضر کیا اور عرض کیا حضرت یہ آپ کا مرید ہے۔

شاہ جیؒ نے بچے کا نام پوچھا تو خطیب صاحب نے مذاقاً بتایا کہ جی اس کا

نام ہے:

"مسعود الرحمٰن وُلد فی شہر رمضان فی مُلکِ پاکستان"

شاہ جیؒ زیرِ لب مسکرائے اور فرمایا: فبایِّ آلاءِ ربکما تکذبان ۔ ابھی نام ادھورا ہے اس کے ساتھ سورۃ الرحمٰن لگا لو نام پورا ہو جانے کا مزہ تب آئے گا۔

---

## خطیبِ مرغوب

پنڈی بھٹیاں سے ایک صاحب حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے اور عرض کیا:

شاہ جیؒ ہمارے یہاں ایک جامع مسجد کے لئے عمدہ خطیب کی ضرورت ہے

شاہ جیؒ نے فرمایا: عمــدہ؟

اس نے کہا: جی ہاں!

شاہ جی نے پوچھا، آخر کیسا عُمدہ؟

اس نے کہا: جی خطیب مرغوب، بہت خوب ہو!

حضرتؒ نے فرمایا: عالم بھی ہو؟

اس نے کہا: جی ہاں!

شاہ جی نے فرمایا: فتوے کا کام بھی دے سکتا ہو؟

عرض ہوا: ضرور!

حضرت بخاری صاحبؒ نے پوچھا: بااخلاق بھی ہو؟

اس شخص نے کہا: جی کیا کہنے!

شاہ جیؒ نے فرمایا: ہنس مکھ اور حسین وجمیل اور وجیہہ وشکیل بھی ہو؟

اس نے کہا : جی ہاں !

تو شاہ جیؒ نے فرمایا : بھائی ! پھر آپ کی مسجد کے لئے کسی نبی کی ضرورت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں کسی پیغمبر کے پیدا ہونے کا قائل نہیں ورنہ کہیں نہ کہیں سے ضرور ڈھونڈ لاتا۔ اتنی خوبیاں تو بیک وقت کسی نبی میں ہی جمع ہو سکتی ہیں۔

---

## سفارش

ایک ارادت مند شاہ جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ کہیں ملازمت کا امیدوار تھا، اس نے اپنی آمد کا مقصد ظاہر کیا اور متوقع ملازمت سے متعلق افسر کے نام سفارشی مکتوب کی خواہش کا اظہار کیا۔

جواباً شاہ جیؒ نے فرمایا : بھائی ! میں تو نوکریاں چھڑانے والا پیر ہوں .... اگر ملازمت کے لئے کسی سفارش کی ضرورت ہو تو کسی "سجادہ نشین"، "مخدوم"، یا کسی "بڑے لیڈر" کے پاس جاؤ۔

ہماری آشنا نوازی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر آپ کہیں ملازم ہوں اور آپ کے افسر کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ملنے والا ہے تو فوراً آپ پر کوئی آفت ٹوٹ پڑے گی اور آپ ملازمت سے سبکدوش ہو کر آرام سے گھر بیٹھے ہوں گے۔

اس کے بعد ایک واقعہ ذکر فرمایا :

کہ میرا بھانجا فوج میں بھرتی ہو گیا، اور اس کی والدہ (میری پھوپھی زاد بہن) بیٹے کے غم میں رو رہی تھی ..... میں نے کہا : دیکھو بہن ! اگر آپ کا بیٹا ایک ہفتہ کے اندر واپس آجائے تو میرا کیا انعام ؟ کچھ انعام طے پایا اور میں نے اسی روز اس کو ایک خط لکھا وہ اس وقت بنگال کی کسی چھاؤنی میں تھا۔

## خَط :

عزیزم !

آپ بڑی مناسب جگہ پر پہنچ گئے ہیں ! اپنے کام کی رفتار سے مجھے مطلع کرتے رہنا ..... وغیرہ ..... وغیرہ .....

سید عطاء اللہ شاہ بخاری بقلم خود

خط سنسر ہوکر اس یونٹ کے انگریز کرنل کو پہنچا ..... اس نے فوراً میرے بھانجے کو بلوایا اور پوچھا :

"سید عطاء اللہ شاہ بخاری کون ہے ؟"

اس نے پُورا تعارف کروا دیا ........ کرنل نے اسے کیمپ میں واپس نہیں جانے دیا ..... اس کا سارا سامان منگوا کر حکم دیا کہ فوراً ہی چھاؤنی کی حدود سے نکل جاؤ .....

شاہ جیؒ پھر اپنے اُس (سفارش طلب) مرید سے مخاطب ہوئے اور فرمایا :-
بھائی ! ہمارا نام تو اس کام کے لئے ہے ۔ اگر کہیں ملازم ہو جاؤ تو پھر میری خدمات حاضر ہیں ۔ ؎

اے ہم نفساں آتشم از من بگریزید
ہر کس کہ شود ہمرہ ما دشمن خویش است

# SHOW نہیں SHOE

انتخابات سے کچھ دنوں قبل حضرت شاہ جیؒ سماجی برائیوں کی قباحتوں پر اور ان کے انسدادی امکانات پر خطاب فرما رہے تھے۔ فرمانے لگے:

انتخابات میں ایسے آدمیوں کو اپنا نمائندہ نہیں بنانا جو سینما کے اخلاق سوز نتائج سے چور بازاری کی لعنت سے، رشوت خوری کی برائیوں سے، کنبہ پروری کی جہالت سے، ماڈرن ثقافت کی بے حیائیوں سے، جاہلانہ رسوم و بدعات سے جعلسازیوں اور عیاریوں سے ملوث ہو...... اور پھر لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سامعین جلسہ میں سے ایک ذیلدار صاحب جو نمائندگی کا امیدوار تھا اور مذکورہ بالا قباحتوں اور خامیوں کا حامل بھی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

شاہ صاحبؒ! آپ ووٹ لینے کے لئے ہمیں SHOW (تماشہ) دکھا رہے ہیں......؟

شاہ جیؒ نے برجستہ فرمایا: جی نہیں! ہم آپ کو SHOE (جوتا) دکھا رہے ہیں......! ایک زبردست قہقہہ بلند ہوا اور وہ شخص اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گیا۔

---

# آپ کی واہ اور آہ —!

۱۹۳۸ء میں لاہور کے ایک عظیم الشان جلسہ سے خطاب فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا:

صدر محترم اور تماشائیو!

لاہور آتے ہوئے مجھے بیس سال ہو گئے ہیں.... میں بوڑھا ہو گیا ہوں، بال سفید ہو گئے ہیں.... آج تک مجھے یہ پتہ نہیں چلا کہ آپ ہیں کیا؟

غوث ہیں؟ قطب ہیں؟ ابدال ہیں؟ کیا ہیں؟ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کس خطاب سے مخاطب کروں؟

کیا میری بیوی کے حق مہر میں جیل جانا لکھا ہوا ہے؟ اگر تم نہیں چاہتے کہ ہم تمہارے سامنے آئیں، تو پھر تم ہمارے سامنے کیوں آتے ہو؟ کٹی کرلی ہے تو پکی کرلو: یہ کیا کہ عطاء اللہ نے تقریر کی، تم نے کہا واہ شاہ جی واہ!........ عطاء اللہ ہو گیا قید تم نے کہا آہ شاہ جی آہ..... تمہاری آہ اور واہ میں شاہ جیؒ ہو گئے تباہ!

---

# احترام

شاہ جیؒ لاہور میں تشریف فرما تھے اور اسی دوران آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری مرحوم و مغفور کی خدمت میں ملنے تشریف لے گئے یہ وہ زمانہ تھا جب بخاری صاحبؒ مرض اور اضمحلال سے گویا ختم ہو چکے تھے اور لوگوں کے سہارے نشست و برخاست فرماتے تھے۔ ایک صاحب نے شاہ جیؒ کے جوتے اٹھانے کی کوشش کی، آپ نے منع فرمایا، پھر فرمایا:

اگر اٹھانا ہے تو مجھے اٹھاؤ.... تب دیکھوں.... دو چھٹانک کے جوتے اٹھائے اور خوش ہیں کہ شاہ جیؒ کا احترام کیا۔

باوجود نقاہت اور طبعی ناگواری کے حضرت شاہ جیؒ اپنے دیوانوں کا غم غلط فرماتے رہتے تھے اور اس زندہ دلی اور لطافت و ظرافت سے کبھی آپ کا

حلقہ افسردہ نہیں ہوا، وہ مصنوعی خاموشی اور یبوست کے خلاف تھے۔ اللہ سے باغ و بہار طبیعت بخشی تھی، جب کبھی ان پر مصائب کا ہجوم ہوتا تو رنج و ملال نہیں کرتے تھے بلکہ خوب ہنستے اور ہنساتے، جب پہلی مرتبہ آپ پر فالج کا حملہ ہوا تو حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مزاج پرسی کے لئے شاہ جیؒ کے یہاں ملتان تشریف لائے۔

## سِول نافرمانی!

اور شاہ جیؒ نے حضرت لاہوریؒ کو فالج کے حملہ کا واقعہ سنایا کہ صبح اچھا بھلا اٹھا۔ وضو کرنے لگا تو ہاتھوں نے "سول نافرمانی" شروع کر دی، منہ میں پانی ڈالا تو اس نے "بغاوت" کر رکھی تھی.... میں سمجھ گیا کہ فالج کا حملہ ہوا ہے اور اب میں مرنے لگا ہوں۔ (شاہ جیؒ بستر پر نڈھال لیٹے ہوئے ہیں، سارا جسم متاثر ہے مگر مزاج میں شگفتگی اور دل لبھانے والی گفتگو میں کوئی ملال نہیں) فرماتے ہیں: سمجھ گیا کہ مرنے والا ہوں، جلدی جلدی وضو کیا اور صبح کی نماز ادا کی اور پھر زور زور سے پڑھا: اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ۔ اور یہ پڑھ کر چارپائی پر لیٹ گیا کہ اب موت آگئی تو خاتمہ ایمان پر ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

تھوڑی دیر لیٹا رہا اور موت کا انتظار کرتا رہا لیکن موت نہ آئی، اب اٹھا اندر گیا، بھوک لگ رہی تھی، کھانا مانگا۔ اور رات کی ٹھنڈی کھچڑی کھالی.... یہاں حضرتؒ نے بات کو دہرایا کہ فالج کا حملہ.... "ٹھنڈی کھچڑی"؟ بس ایک غلطی ہوگئی وہ آپ بھی معاف فرما دیں، اللہ بھی معاف فرمائے کہ کھچڑی کے بعد گھڑیا

کا ٹھنڈا باسی پانی پینا بھول گیا۔

واحسرتاہ! محفلِ بخاریؒ کی یہ ہنگامہ آفرینیاں اور بے تکلف احباب کے قہقہے ۲۱ اگست ۱۹۶۱ء کی شام کو آنسو بن کر تحلیل ہو گئے.....!

---

## جو تیرے پاس نہیں ہے

الطاف واحساناتِ خداوندی کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے، فرمانے لگے

اللہ! تیرے انعاماتِ وافرہ کے شکرانے میں کیا پیش کروں؟ کیونکہ تجھے پیش کرنے کے لئے جو نعمت سوچتا ہوں وہ تیرے خزانے میں موجود ہے، یہ کہتے ہوئے جھولی پھیلادی اور فرمایا:

میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو تیرے پاس نہیں ہے، وہی تیرے شکرِ نعمت کے لئے پیش کرتا ہوں، اور وہ میرے گناہ ہیں، میرے پاس ان کے سوا کچھ نہیں..... یہ جملہ کچھ اس عجز و انکساری اور رقت انگیز منظر میں ادا کیا... کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔

---

## کبھی یہ بھی نہیں

حضرت شاہ جیؒ راشن کارڈ بنوانے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے۔ آخر ایک روز آپ کے ایک عزیز عقیدت مند راشن کارڈ کا فارم لے آئے اور انہوں نے شاہ جیؒ سے جب انکم (آمدنی) کے بارے میں دریافت کیا کہ آپ کی آمدنی کیا ہے؟

شاہ جیؒ نے مسکرا کر فرمایا: کبھی دھن دھنا کبھی مٹی بنا، کبھی یہ بھی نہیں۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ کا ذریعہ معاش ذاتِ باری عزاسمہٗ پر توکل تھا اور بس۔

# خطیب عارف

## فخر الاماثل حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح کے تاثرات

شاہ جیؒ کی بے نظیر خطابت جہاں اسلامی مقاصد کی ترجمان تھی، دوسری طرف اسلامی مدافعت کے لئے مضبوط ترین سپر بھی تھی۔ جماعتِ احرار کے سلسلہ سے انہوں نے قادیانیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی جو مساعی انجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں

جماعت احرار کی قیادت کے زمانہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ میں چمکدار تیز، منہ میں دودھاری زبان اور سینہ میں جرار قلب تھا، جس نے جماعت احرار کی قیادت کرتے ہوئے پنجاب سے قادیانیت کا جنازہ نکال دیا، جو پھر نہ ابھر سکی۔ قادیانیت کا ابطال درحقیقت ختم نبوت کا اثبات تھا۔ اور ختم نبوت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ایمان بلکہ اصل ایمان ہے۔ باطل ازم اور بھی ہیں لیکن قادیانیت کا ابطال شاہ صاحبؒ کا مقصدِ حیات تھا اور مرزائیت ہمیشہ ان کی تلوار کی نوک پر رہتی تھی کیونکہ اس کی زد اسلام کی اصل جڑ اور بنیاد (ختم نبوت) پر تھی۔

اسی جذبۂ صادق اور اسلام سے والہانہ محبت و عشق کی بدولت اللہ نے انہیں معرفت و طریقت میں بہت بڑا مقام عطا فرمایا تھا۔

ہر مرید اپنے شیخ کا اور ہر شاگرد اپنے استاد کا محب ہوتا ہے لیکن شاہ جیؒ کو مقام محبوبیت یہ ملا کہ خود شیخ (حضرت رائے پوری مرحوم) گرویدہ تھے۔

سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو شیخ بے اختیار رو پڑے رونے میں آوازیں تک نکل گئیں۔

شیخ اپنے مرید کی وفات پر پھوٹ پھوٹ کر روئے تو اس کی محبوبیت کی کیا انتہا ہو سکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ شیخؒ کی شیفتگی مُرید کی بلند مرتبت وقابلیت کا نشان ہوتی ہے اور قابلیت بھی محض لفظی نہیں بلکہ قلب کی، اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ بے مثال لسان اور خطیب ہی نہ تھے بلکہ ایک بے نظیر صاحبِ دل عارف بھی تھے.... (تلخیص)

خاتمہ:

# یہ ہم سے کون بچھڑا؟

یہ کل کی بات ہے! شاہ جیؒ ہم میں موجود تھے جن کی ذات ہمارے حوصلوں کی پستیوں پر تسلی کا روغن ملتی اور پھر ہم اس سرفروشانہ رہنمائی میں پہلے سے زیادہ بیباک اور نڈر ہوکر آشوب دہر کا مقابلہ کرتے، جن کی ذات سب کے لئے مونس، ہمدرد، اور دلنواز تھی۔ مگر آج شاہ جیؒ وہاں پہنچ چکے ہیں کہ ساری کائنات کی پوری قوتیں بھی مل کر انہیں وہاں سے واپس نہیں لاسکتیں...... کتنی عجیب، کتنی دردناک بیکسی ہے۔

کاش زندگی اتنی ناپائیدار، ایسی غیر یقینی نہ ہوتی جتنی افسوس کہ وہ واقعی ہے۔ کتنا ضعیف البنیان ہے انسان، کتنا کمزور اور غیر یقینی، لیکن زندگی واقعی اس درجہ غیر یقینی بھی ہوسکتی ہے، یہ بات ہم میں سے بہت کم لوگ سوچتے ہیں. سوچنے سے گھبراتے ہیں، حالانکہ تجربے بار بار زندگی کی حقیر نوعیت کو ہمارے شعور کی سطح پر لاتے رہتے ہیں۔

وہ وقت ابھی ماضی کی روشن یادگاروں میں ہے کہ لاکھوں کا اجتماع ساکت وصامت گوش برآواز بیٹھا ہے اور ادھر ایک ساحرالبیان خطیب شعلہ نوا مقرر خطابت کے لوادر لٹا رہا ہے۔ لحن حجازی میں قرآنی آیات سامعین کے دل ودماغ میں ارتعاش پیدا کررہی ہیں۔ حاضرین بخاریؒ کی تقریر کے لوچ میں ڈوب کر رہ جاتے ہیں۔

تقریر شروع ہوئی تھی تو عشاء کا وقت تھا۔ رات زلفیں کھولتی گئی. شاہ جیؒ کی تقریر گہرائیوں اور وسعتوں کے بحر مواج کی شکل اختیار کرتی گئی اور شاہ جیؒ قرآن کی گہرائیوں میں غواصی کرنے لگے۔ سامعین میں لحظہ بلحظہ اشتیاق زیادہ اور زیادہ تر

ہوتا جا رہا ہے۔ کسی کو کوفت کا احساس نہیں۔ مرورِ وقت سے کسی کا جسم بوجھل نہیں ہوتا، ہوا کے خواب آور جھونکے کسی کو نیند کی یاد تک نہیں دلا سکتے۔ عجیب لگن اور عجیب چاشت ہے .... صبح صادق کے روح پرور اجالے افقِ مشرق سے مسکرائے تو بخاری صاحب کے ہونٹوں پر بھی (جاں نواز) مسکراہٹ آگئی اور لہرا کر فرمایا۔ ؎

شبِ وصال بہت کم ہے آسماں سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شبِ جدائی کا ؟

ع جگر میں درد ہے اور مسکرائے جاتے ہیں

آج ہم اس دل نشیں نوائے حجازی کے سننے سے محروم ہوگئے۔ شاہ جی رح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئے ہیں اب وہ صرف اپنے رفیقِ اعلیٰ سے راز و نیاز کی گفتگو میں مصروف ہیں۔ انہیں اپنی ٹھنڈی اور مصلحت پرست قوم سے گلہ ہے کہ اس نے ہمارے خلوص و جاں گسل ایثار کو تماشائی کی نگاہ سے دیکھا۔ اب ہم نہیں بولتے نہیں بولتے ..... بس اب ہم اپنے سننے والے سے کہیں گے۔

شاہ جی رح گئے، ایک تحریک ختم ہوگئی۔ ایک قافلہ لٹ گیا۔ ایک چمن اجڑ گیا، دل و دماغ ویران ہوگئے۔ دھرتی سنسان ہوگئی، ایک روشنی گل ہوگئی۔

شاہ جی رح کی موت ایک خطیبِ خطابت نواز کی موت ہے۔ ایک عظیم درویش اور سالک و عارف کی موت ہے۔ ایک مفسر کی موت ہے۔ قربانیوں کی موت ہے، خلوص پر افتاد ہے۔ خوشیوں اور مسکراہٹوں کی موت ہے ....

چند لمحوں کے لئے فصلِ وفا مہکی تھی !
آج ہر گوشۂ گلزار میں ویرانی ہے !!

آہ! شاہ جی رح! آکر ذرا دیکھ جائیے کہ تیری قوم، وہ قوم جس کی آبیاری تو نے

اپنے خونِ جگر سے کی ..... آج کس ڈگر پر چل رہی ہے ؟ مگر کہاں ؟ آپ اپنے اسلاف کے ساتھ خلدِ بریں کی مقدس فضاؤں میں اور اپنے میاں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور سے پرنور لمحات کو چھوڑ کر ہماری جانب کہاں آئیں گے ؟

اسی مقدس مقصد کے لئے تو آپ تڑپتے رہے اور بے لوث قربانیاں دیتے رہے۔ انہی "اخروی" مسرتوں کے حصول کے لئے تو آپ نے دنیوی تلخیاں برداشت کیں۔ اسلافِ امت کا وفادار نقیب ! واقعی تو نے غلامی و اتباع کا حق ادا کر دیا۔ تو نے وفا کی پیشانی کو تابناکی بخشی۔ ایسے ہی بیٹے اپنے آباء کے لئے قابلِ فخر ہوتے ہیں۔

امیرِ شریعت کی زندگی سراپا ایثار ہے۔ ایک نقیبِ حق کے فرائض و حالات اگر کسی کو معلوم کرنے ہوں تو چودھویں صدی کے اس شیرِ بیشۂ حریت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی انقلابی زندگی کا مطالعہ کرے۔

تبلیغِ دین کے علمبرداروں کو شاہ جیؒ کا مثالی کردار دعوت دیتا ہے کہ اگر واقعی تم اپنے دعوئ ابلاغِ حق میں صادق ہو تو پھر خطابت کے معاوضوں کا مطالبہ کچل دو کہ اس راہ و رسم سے اس "مطالبہ" کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔

لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ
اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بنگلوں اور موٹروں کی تمنا کا گلا گھونٹ دو۔

دنیا کے موہوم مستقبل کے پرفریب آسرؤں کے طمع سے خطابت و تبلیغ کی مقدس پیشانی داغدار نہ کرو .....

قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ .....

ایثار سے پیار کرو .....

طاغوتی طاقتوں کو پامال کرتے جاؤ .....
جیو تو شانِ فاروقیؓ سے......
مرو تو عظمتِ عثمانیؓ سے......
اسی پر اکتفا کرتے ہوئے رب العزت کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ ہمیں اپنے اسلافؒ کے نقش قدم پر چلنے کی استطاعت واستقامت بخشے۔
(آمین)

طالب دُعا
سیّد عبد المجید ندیم

# شاہ جی!

## اپنے ہمعصر دوستوں کی نگاہ میں

علامہ اقبالؒ ———— شاہ جیؒ اسلام کی چلتی پھرتی تلوار ہیں۔

مولانا ظفر علی خانؒ ———— ببس چہک رہا ہے ریاضِ رسولؐ میں۔

مولانا محمد علی جوہرؒ ———— مقرر نہیں ساحر ہیں۔

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ ———— ان کا دل صرف اسلام کے لئے دھڑکتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ ———— ملک و قوم کا ہر گوشہ ان کا شکر گزار ہے۔

حسرت موہانیؒ ———— خطابت کے شہسوار ہیں۔

عبدالرب خان نشترؒ ———— باغ و چمن سے اٹھے اور دار و رسن سے گزرے ہیں۔

مولانا شوکت علیؒ ———— وہ بولتے نہیں موتی رولتے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ ———— عطاء اللہ کی باتیں تو عطاء الٰہی ہوتی ہیں۔

خواجہ حسن نظامیؒ ———— انہیں دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان یاد آتے ہیں۔

قاری محمد طیبؒ ———— ان کی خدمات پر ملت ہمیشہ فخر کرے گی۔

ے
محو ہو جائے گا دزدانِ نبوت کا گروہ!
اپنے لہجہ میں بخاریؒ کا اثر لے کے چلو!

شورش کاشمیریؒ